# القول الجميل

## في

# مدّ التأذين والتكبير

یعنی

کلمات اذان و تکبیرات انتقال میں مد کی حقیقت

www.KitaboSunnat.com

مرتب

محمد صدیق سانسرودی فلاحی

خادم التجوید والقراءات

دار العلوم فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت گجرات



فلاحی کتب خانہ

لجنة القراء

دار العلوم فلاح دارین، ترکیسر، سورت، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

# القول الجمیل فی مدّالتأذین والتکبیر

یعنی

## کلمات اذان وتکبیرات انتقال میں مد کی حقیقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَلَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (بخاری)

# القول الجمیل فی مدّالتأذین و التکبیر

یعنی

## کلمات اذان وتکبیرات انتقال میں مد کی حقیقت

فلاحی کتب خانہ

مرتب

محمد صدیق سانسرودی فلاحی
خادم التجوید والقراءات
دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت گجرات

لجنۃ القراء
دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر، سورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ﴿ تفصیلات ﴾

نام کتاب : القول الجمیل فی ملا التاذین والتکبیر

مرتب : محمد صدیق سانسرودی فلاحی

طبع دوم : شعبان ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء

تعداد : گیارہ سو

طباعت : شیروانی آرٹ پرنٹرس، دھلی

﴿ ناشر ﴾

لجنة القراء

دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر، سورت گجرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ☆ فہرست مضامین ☆



| نمبر شمار | عناوین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱ | پیش لفظ | ۴ |
| ۲ | مقدمہ از: حضرت الاستاذ مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب دامت فیوضھم | ۷ |
| ۳ | کلمات اذان میں تحسین سے متعلق حضرت مفتی نظام الدین صاحب کا فتوی | ۱۶ |
| ۴ | الحان وانغام | ۱۹ |
| ۵ | ایک ضروری وضاحت | ۲۱ |
| ۶ | کلمات اذان میں مد کے سلسلہ میں رسالہ ''البلاغ'' کا مضمون | ۲۶ |
| ۷ | شدالدلالہ فی مدالجلالہ | ۲۹ |
| ۸ | تجوید کا موضوع | ۳۳ |
| ۹ | صاحب نہایہ کی رائے | ۳۴ |
| ۱۰ | مؤذنین پر نکیر میں ملا علی قاریؒ کا اعتدال | ۳۵ |
| ۱۱ | ممانعت مد کے مستدلات کا جائزہ | ۳۸ |
| ۱۲ | تکبیر تحریمہ اور تکبیر اذان کے مابین فرق | ۳۹ |
| ۱۳ | قراءت کا ایک باریک نکتہ | ۴۲ |
| ۱۴ | تکبیرات انتقالات میں مد | ۴۳ |
| ۱۵ | ابن القطانؒ کی رائے | ۴۷ |
| ۱۶ | تکبیرات انتقال میں مد سے متعلق حضرت گنگوہیؒ اور دیگر اکابر کی تحقیق | ۵۰ |
| ۱۷ | تکبیرات سے متعلق علامہ نوویؒ کی رائے | ۵۵ |
| ۱۸ | تکبیرات میں ہونے والی بعض غلطیاں | ۶۰ |
| ۱۹ | کلمات اذان میں مد کی مقدار | ۶۱ |
| ۲۰ | رمضان المبارک میں حضرت گنگوہیؒ کی اذان | ۶۵ |
| ۲۱ | مد سے متعلق قاری عبداللہ سلیم صاحب مدظلہ کی رائے | ۶۶ |
| ۲۲ | خلاصۂ کلام | ۶۹ |



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# پیش لفظ

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

کلماتِ اذان میں مد کا مسئلہ ایک طویل عرصے سے عرب وعجم میں موضوعِ بحث رہا ہے بالخصوص ہمارے ہندوپاک میں، اور تقریر وتحریر کے مختلف انداز میں لوگ اپنی آراء کا اظہار کرتے رہے ہیں چنانچہ علمِ دین کے اس طالب علم کو بھی بیس بائیس سال سے اس پر اپنے بعض بزرگوں سے زبانی اور بعض کی عبارات سے استفادے کا موقع ملا، دونوں کے طرزِ فکر سے آگاہی ہوئی اور خلاصہ یہ سامنے آیا کہ اذان سے وہ کلمات جن میں وقفاً مد عارض ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں البتہ ان میں حد سانس تک ۱۰ سے ۱۵-الف تک مد جو نے جاتے ہیں ان کے قابل اصلاح ہونے پر اتفاق ہے تو حروف غیر مدہ میں امتداد کے غلط ہونے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے، صرف اذان کے وہ کلمات جن کے حروف مدہ میں مد کا کوئی سبب لفظی نہیں ان میں ایک الف سے زیادہ مد ہوسکتا ہے یا نہیں، پھر ان میں بھی دونوں فکر کے لوگوں نے بحث کے بہت کچھ حصے کو صرف لفظ اللہ کے مد کے ساتھ خاص کردیا ہے، چونکہ دونوں طرف لوگ برسوں سے ضمناً و مستقلاً مختلف انداز سے لکھ رہے تھے مثلاً (۱) حضرت مولانا قاری عبداللہ سلیم صاحب دامت برکاتہم کا ایک مضمون ۱۹۷۸ء کے ماہ اگست کے رسالۂ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہوا تھا جس میں آپ نے کلماتِ اذان میں مد کا جواز تحریر فرمایا ہے اور اس نظریہ کی حمایت فرمائی ہے، (۲) تو ایک فتوی گجرات کی قدیم و مشہور دینی درسگاہ جامعہ ڈابھیل سے شائع ہوا جس میں مد کی تائید کے ساتھ اعتدال کو کہا گیا ہے، (۳) پھر پاکستان سے شائع ہونے والا موقر پرچہ ''البلاغ'' میں اذان سے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مسئولہ اکیس سوالات جن میں سب سے پہلا سوال مدسے متعلق ہے اس کے جواب میں ایک الف سے زائد سات الف تک کا جواز اور اس کی تائید کو تفصیلاً لکھا ہے، (۴) تو ابھی چند ماہ قبل "المدالتعظیمی" کے نام سے ایک رسالہ ہمارے پاس آیا جس میں مد کی تائید کے ساتھ ساتھ مانعینِ مد کی طرف سے کی جانے والی شدت کی فقہی انداز سے بالتفصیل تردید بھی ہے، (۵) دارالعلوم دیوبند سے فخرِ گجرات مشہور محدث حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم نے کتاب (آدابِ اذان واقامت) میں بطور حاشیہ مواقع مد اصلی میں تین الف کے بقدر امتداد کو مستحسن اور سات الف تک کو جائز لکھا ہے، (۶) حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی ملتانی مہاجر مدنی دامت برکاتہم نے "شدالدلاله فی مدالجلاله" کے نام سے ایک پُر از مواد مضمون کمال الفرقان حاشیہ جمال القرآن کے اخیر میں بطور ضمیمہ کے ملحق فرمایا ہے، جس سے بہت سے فتاوی میں مد لی گئی ہے، تو دوسرے پلیٹ فارم سے بھی مضامین شائع ہوئے چنانچہ "خیر التقریر فی حذف التکبیر" نامی ایک مضمون غیر مطبوعہ ہے، تو استاذ الاساتذہ، پچاس سے زائد کتابوں کے مصنف، مرکز المدارس دارالعلوم دیوبند کے مشہور مدرسِ تجوید وقراءت اور ذاتی طور پر میرے مشفق جناب مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کا ایک مضمون "کلمات اذان میں مد کی تحقیق" کے عنوان سے شائع ہوا ہے ادھر ناچیز کا تعلق بھی ایک مدت سے شعبۂ تجوید سے رہا لہٰذا اس سلسلہ میں لوگوں نے مجھ سے بھی سوالات کئے، اسلئے اس مسئلہ پر کچھ کتب کی ورق گردانی کرنے اور اس پر کچھ غور وفکر کا موقع ملا اور جی چاہتا رہا کہ مسئلۂ مذکور سے متعلق اپنے ذہن میں موجودہ خاکہ کے مطابق کچھ گذارشات ان سائلین کی خدمت میں پیش کردوں، مگر میرے لئے بار بار یہ خیال سدِ راہ بنتا رہا کہ دونوں جانب ہمارے اکابر اہلِ علم وفضل موجود ہیں جن کے سامنے اپنی حیثیت طفلِ مکتب سے زائد نہیں، کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایسا لب ولہجہ یا کلمہ سرزد ہو جائے جو ان حضرات کی شانِ اعلیٰ وارفع کے مناسب نہ ہو اس لئے لکھتا، رکھ دیتا، کا معاملہ ایک مدت تک رہا، پھر مسئلہ کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر پہلے اپنے بڑوں سے مشورہ کیا بالخصوص جنکے احسان و پدرانہ شفقتوں کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے، ایسے میرے روزِ اول سے تاحال مربی ومشفق رئیس الجامعہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم، پھر جنکی ناقابلِ فراموش حوصلہ افزائی وہ خوردنوازی نے دسیوں مرتبہ میرے لرزتے قدم کو سہارا دیا، میری مراد استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاسم آنتی صاحب دامت فیوضھم ہیں، اور اسی طرح ضرورت کے موقع میں جن کے مفید مشوروں نے ہمیشہ میری رہبری فرمائی ہے، پھر اس وقت بعنوان مقدمہ جن کے بابرکت کلمات نے میرے اس مضمون کو تقویت بخشی ہے یعنی حضرت الاستاذ حضرت مولانا سید ذوالفقار صاحب دامت فیوضھم علینا، نیز فلاح دارین کی مختصر چھوٹی موٹی کاوشوں میں جنہوں نے کافی سے زیادہ دلچسپی لیتے ہوئے میرا غیر معمولی تعاون کیا میری مراد جناب مولانا محمد یوسف صاحب ٹنکاروی مدظلہ العالی استاذِ حدیث وتفسیر ہیں، تو ان حضرات نے نہ صرف ہمت دلائی بلکہ اس دوران مضمون کا مطالبہ بھی کرتے رہے، بہر حال کچھ ہمت ہوئی اور یہ دو چار صفحات ترتیب دے سکا، فجزاھم اللہ احسن الجزاء اور یہ صرف اور صرف اس لئے ہے کہ کلماتِ اذان میں مد سے متعلق دونوں فکر سامنے آئیں اور علماءِ امت نے جو صورتیں جائز قرار دی ہیں حدود میں رہتے ہوئے ان سے اذان کی تحسین کر سکیں اور جو چیزیں اس باب میں قابلِ اصلاح ہیں ان سے اجتناب کیا جائے۔

رب کریم سے دعاء ہے کہ وہ اسکو شرف قبول عنایت فرمائیں اور خود میرے اور میرے والدین، اساتذۂ کرام، محسنین ومعاونین کیلئے ذریعۂ نجات بنائیں، آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مقدمہ

از: استاذ الاساتذۃ حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وناظم تعلیمات دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، ضلع سورت، گجرات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اسلام ایک عملی (پریکٹیکل) مذہب ہے لہٰذا اس کے اعمال پر الحمدللہ آج بھی کافی حد تک عمل جاری ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ صرف نظری (تھیوریکل) طور پر باقی ہو اور عملی حیثیت میں کلی طور پر متروک ہو گیا ہو، بلکہ اس کا جتنا حصہ عملی طور پر مسلمانوں نے اپنی غفلت سے متروک کر دیا ہے اس کے لئے بھی قوم کے غیور اہلِ علم وداعی حضرات رات دن کوشاں ہیں، انفرادی اور اجتماعی طور پر اس پر عمل کی ترغیب دے رہے ہیں، خدا کرے کہ امت کل اسلام پر عمل کر کے "ادخلوا فی السلم کافۃ" پر عمل پیرا ہو جائے اسلئے کہ کل اسلام پر عمل کرنا ہی درحقیقت اس دنیا میں امن وامان اور آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔

اسلامی اعمال میں جو عبادت مسلمانوں سے دن رات میں پانچ مرتبہ مطلوب ہے وہ نماز کا فریضہ ہے، الحمدللہ مسلم قوم نے سارے اسلامی اعمال میں سب سے زیادہ اس فریضہ کی پاس داری کی ہے، چنانچہ اس عبادت کے لئے لاکھوں مساجد آج دنیا بھر میں موجود ہیں، بہت کم مسلم آبادی ایسی ہوگی جہاں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے کوئی مسجد یا جماعت خانہ نہ ہو۔

پھر نماز کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا فرض حصہ جماعت کے ساتھ مسنون ہے نیز اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے لئے تداعی مشروع ہے کہ لوگوں کو باقاعدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نماز کی دعوت اعلان کے ذریعہ بآوازِ بلند دی جاتی ہے اور اس اعلان کو اذان کہا جاتا ہے، اسکے لئے پندرہ کلمات مقرر ہیں، جنکا پکارا جانا سنت ہے، ان کلمات میں اپنی طرف سے کوئی زیادتی نہیں کی جاسکتی، شارع علیہ السلام نے جو کلمات منتخب فرمائے ہیں وہی پکارے جاسکتے ہیں، ہاں ان پندرہ کلمات کے علاوہ اگر کسی نماز کیلئے شارع نے خود چند کلمات کا اضافہ فرمایا ہو، جیسے فجر کی نماز میں ''الصلوۃ خیر من النوم'' کا دومرتبہ پکارا جانا تو اس اضافے کو باقی رکھا جائے گا۔

اذان کا مقصد مسجد سے باہر محلے، بازار اور کاموں میں مشغول لوگوں کو نماز کا وقت ہوجانے کی اطلاع دینا ہے اور نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہوجانے کی دعوت دینا ہے، اس لئے اذان میں آواز کا بلند کرنا آواز کا دراز کرنا ضروری ہے، اس کے لئے بعض کلماتِ اذان کو کھینچنا ناگزیر ہوتا ہے۔

اذان کے بعد جب لوگ مسجد میں حاضر ہوجاتے ہیں اور سنن وتلاوت وغیرہ میں مصروف ہوجاتے ہیں یا وضوء وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں، ادھر جماعت کھڑی ہونے والی ہے امام مصلے پر آنے لگتا ہے تو اس وقت مسجد کے اندر مشغول لوگوں کو جماعت کی اطلاع دینے کے لئے صف کے اندر کھڑے ہوکر ایک اذان دی جاتی ہے، جس کو اقامت کہتے ہیں، اس میں اذان کے کلمات کے ساتھ ساتھ قدقامت الصلوۃ دومرتبہ کہا جاتا ہے، یہ کلمات بھی اذان کی طرح توقیفی ہیں، شارع کی طرف سے متعین کردہ ہیں، کسی کو اضافہ کا حق نہیں ہے اقامت میں کلمات کی تعداد ۱۷ سترہ ہے۔

الحمدللہ اذان اور اقامت کے کلمات مسلمانوں میں تیرہ سو سالوں سے معروف ہیں بچے بچے کو ازبر ہیں شاید ہی کوئی مسلمان ہوگا جس کو یہ کلمات یاد نہ ہوں۔

پھر یہ کلمات عربی زبان کے ہیں اور عربی زبان ہی میں پکارنے مشروع ومسنون ہیں، لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ بات بھی مسلم ہے کہ اگر چہ اذان کے کلمات عربی زبان کے ہیں اور وہ توقیفی ہیں پھر بھی وہ قرآن نہیں ہے۔

لہذا تجویدی قواعد کی وہ رعایت جو صرف قرآن کو حاصل ہے، غیر قرآن کے عربی کلمات کو نہیں دی جائیگی، چاہے وہ اذان کے کلمات ہوں یا احادیث کی عبارت، اس میں مخارج کی صحت کا تو لحاظ رکھا جائیگا، مگر قراءت وتجوید کے قواعد کی وہ باریکیاں ملحوظ رکھنا ضروری قرار نہیں دیا جا سکتا کہ ان کی فروگذشت پر عدمِ صحت کا حکم لگا دیا جائے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اذان کے عربی کلمات کی ادائیگی میں عربی قواعد نحو یہ صرفیہ اور تجویدیہ کو بالکل بالائے طاق رکھ کر من مانی آواز نکالی جائے اور حروف کو جتنا چاہیں کھینچ تان کر ادا کرتے رہیں اور اذان کو گانا اور ترانہ نہ بنایا جائے، جیسا کہ آج کل اکثر مؤذنین کا وطیرہ ہے، چنانچہ اذان میں بڑی بڑی اغلاط کی جارہی ہیں بلکہ بعض اغلاط تو ایسی ہیں کہ ان سے غلط معنی پیدا ہوجاتے ہیں مثلاً اللہ اکبر کی ہمزہ کو دراز کرکے "آللہ اکبر" پکارا جاتا ہے، جس سے سوالیہ معنی پیدا ہوجاتے ہیں، گویا مؤذن یہ پوچھ رہا ہے کہ کیا اللہ بڑا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ کتنا غلط سوال ہے، اسی طرح مثلاً اللہ اکبر میں بعد با کے الف بڑھا کر اکبار پڑھا جاتا ہے، اکبار تو شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اس سے کتنے برے معنی پیدا ہوجاتے ہیں، بہر حال اس قسم کی اغلاط اس وجہ سے پیدا ہوجاتی ہیں کہ عربی کلمات کو ان کی اپنی ادائیگی جو قواعد عربی وتجوید میں ہیں ان کے مطابق ادا نہ کئے جائیں، اس لئے اذان میں اس کے حروف وکلمات کی صحت پر توجہ دینی چاہئے، ان کو سیکھنا چاہئے، جاننے والوں کو سکھانا چاہئے، غلطی کرنے پر ٹوکنا چاہئے، ادائیگی کے لئے جو قواعد بنے ہوئے ہیں انہیں کے مطابق ادا کرنا چاہئے، مثلاً اشھد ان لا الٰہ میں نون نہیں پڑھا جائے گا، محمد رسول اللہ میں تنوین کا راء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں ادغام ہوگا، یا مثلاً اذان کے آخر لا الہ الا اللہ میں اللہ کے لام میں مد کیا جائے گا کہ وہاں سبب مد سکون موجود ہے، اسی طرح حیی علی الصلوۃ میں بھی مد کیا جائے گا۔

اس کے باوجود اس بات کا بھی لحاظ رکھا جائے گا کہ اذان کا مقصود ابلاغ واعلان ہے، اور اس کے لئے آواز کی بلندی، درازی وکشش ضروری ہے، چنانچہ اس مقصد کے لئے اگر بعض جگہ ایک الف مد کی مقدار کو بڑھا کر پانچ الف یا سات الف کرنا پڑ جائے، تو وہ جائز ہوگا، اس کو ممنوع نہ کہا جائے گا، جیسا کہ لفظ اللہ کے لام میں قاعدے کے لحاظ سے تو مد کی ایک الف مقدار مقرر ہے، مگر بطور تعظیم اور بطور اعلان کے اس کی گنجائش ہے کہ اس کو پانچ الف یا سات الف کی مقدار تک دراز کیا جا سکتا ہے، فقہاء، مفتیانِ کرام اور مجوّدین نے اس کی اجازت دی ہے، اور مد کی دو قسمیں مدِ لفظی اور مدِ تعظیمی میں، اس کو مد تعظیمی گردانا ہے۔

آج کل یہ مسئلہ چونکہ فتاوے اور رسائل میں موضوع بنا ہوا ہے کہ اذان میں کہاں کہاں مد ہے اور کتنا ہے؟ کہاں نہیں ہے، پھر اس کی اغلاط قابل نکیر ہے یا نہیں، فقہاء، مجودین ومفتیانِ کرام کی کیا رائے ہے؟

اس مناسبت سے دارالعلوم فلاح دارین کے شعبۂ تجوید کے صدر قاری ومقری عزیزم گرامی قدر مولوی قاری محمد صدیق صاحب سلمہ نے جو برسہابرس سے حفص، سبعہ، ثلاثہ اور عشرۂ کبیری کی مشق وتدریس میں مشغول ہیں، اور فن تجوید میں تقریباً نصف درزن سے زائد کتب کے مصنف ہیں، جن میں بعض درسیات کی شروح بھی ہیں موصوف فیض آباد کے مشہور ترین قاری، قاری انیس صاحبؒ کے شاگرد رشید ہیں، اس مسئلہ پر یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس میں اس مسئلہ کے سارے پہلوؤں کا مکمل احاطہ کیا ہے، اور دلائل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اذان میں اعلان وابلاغ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



غرض سے بطورِ مدِ تعظیمی لفظِ اللہ کے مدطبعی میں ایک الف سے زیادہ تین پانچ یا سات الف تک مد کیا جاسکتا ہے، اربابِ فن نے اس کو جائز رکھا ہے، مضمون عقلی و نقلی دلائل سے مدلل ہے، موصوف نے فقہاء کی عبارتوں، مفتیوں کے فیصلوں اور قراء کرام کی تحقیقات اور اس موضوع پر برصغیر میں چھپے رسائل کے مضامین سے اور دسیوں کتب کے حوالے سے اس مسئلے کے جواز پر دلائل جمع کردیے ہیں، میرے علم میں اس مسئلے پر اب تک چھپے رسائل اور مضامین میں اس سے زیادہ مدلل اور مفصل رسالہ نہیں آیا، مجھے امید ہے قاری صاحب جیسے متقن قاری کی اس تحقیق کو قبول کیا جائے گا، ان شاء اللہ، اس سے ان شبہات کے ازالہ میں مدد ملے گی، جو بعض کتب تجوید کی عبارتوں سے اس مسئلہ میں پیدا ہوگئے ہیں۔

قاری صاحب موصوف نے اپنے حسنِ ظن سے اس خاکسار کو رسالے کے شروع میں بطور مقدمہ کچھ تحریر کرنے کا امر فرمایا، یہ عاجز قطعاً اس کا اہل نہ تھا، یہ فنِ تجوید کے ماہرین کا موضوع ہے، مگر حکم کی تعمیل میں یہ چند سطور قلمبند ہوگئیں ہیں، جو انہیں حضرات کے مضامین سے مستفاد ہیں، اگر درست ہوں تو اللہ کی توفیق جانئے اور غلط ہوں تو بندہ کا قصور اور کم علمی پر محمول کیجئے، اللہ تعالیٰ صاحب رسالہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس فن میں مزید علم و تحقیق کی توفیق بخشے۔ آمین، ثم آمین،

ذوالفقار احمد غفرلہ ۱۳ /جون ۲۰۰۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆

الحمدلله الذی جعل قول من دعاالیه احسن الاقوال فقال ومن احسن قولاً ممن دعاالی الله، (الآیة) والصلوة والسلام علی من بشرالمؤمنین بانهم اطول الاعناق یوم القیامة وعلی آله واصحابه الذین بذلواجهودهم فی اعلاء کلمة الله فی ارجاء العالم واکنافها وعلی من تبعهم باحسان الی یوم الدین.

امابعد، منجملہ شعائرِاسلام کے ایک اذان ہے، جونماز جیسے اہم رکن واہم عبادت کا اعلان ودیباچہ ہے، لغۃً اذان بمعنی اعلان ہے، جیسا کہ فرمان خداوندی ہے ﴿واذان من الله ورسوله﴾ اور شریعت مطہرہ میں الفاظ مخصوصہ سے اوقات صلوۃ کے اعلان کا نام اذان ہے، چنانچہ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں میں جس نے اسلام کے اولین مؤذن ہونے کی سعادت حاصل کی وہ حضرت بلالؓ تھے، جن کے لئے روایت میں 'اندیٰ وامدُّصوتاً' وارد ہوا ہے، لہذا جہاں یہ مطلوب ہے کہ مؤذن جھوری الصوت ہو وہاں یہ بھی مطلوب ہے کہ وہ پرکشش وعمدہ آواز کا حامل ہو، تاکہ آواز سن کر قلوب کھنچیں، اور لوگ متوجہ ہوں، اور صوتی کراہت کی وجہ سے تنفر پیدا نہ ہو، چنانچہ خود صاحب شریعت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿یؤذن لکم خیارکم﴾ اس کے تحت علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں ﴿ویدخل فی الخیار من لایلحن الاذان لانه لایحل وتحسین الصوت مطلوب﴾ (شامی جلد اول ص/۱۰۴) یعنی بہترین مؤذن وہ ہوگا جو کلمات اذان میں غلطی نہ کرے کہ یہ جائز نہیں ہے، باقی مؤذن کا حسن الصوت ہونا اور اذان کی تحسین تو مطلوب شرعی ہے، بلکہ نسائی شریف کی روایت ہے سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت ابومحذورہؓ کو اسی لئے منتخب فرمایا تھا کہ وہ خوش الحان تھے، چنانچہ راوی کہتے ہیں ﴿فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم قدسمعت فی هؤلاء تاذین انسان حسن الصوت فارسل الینا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(الحدیث) یعنی میں نے ان نقل اتارنے والوں میں ایک خوش الحان شخص کی آواز سنی ہے، پھر آپ ﷺ نے ہم کو بلایا پھر ہم نے الگ الگ اذان کہی اور میں سب سے آخر میں تھا، جب میں نے اذان کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ادھر آو، پھر مجھے اپنے سامنے بٹھا کر میرے سر کے اگلے حصہ پر دست مبارک رکھا، اور تین دفعہ مجھے برکت کی دعا دی پھر فرمایا: جاؤ بیت اللہ میں اذان کہو، دیکھئے! آپؓ کو کعبۃ اللہ کا مؤذن بننے کا شرف حسن الصوت ہونے کی بنا پر حاصل ہوا، غرض یہ کہ ایک کو اندی صوتا ہونے کی وجہ سے مدینۃ المنورہ کے مؤذن اور ایک کو حسن الصوت ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ کے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہوا، جس سے معلوم ہوا کہ اذان میں جہر یعنی آواز کی بلندی و تحسینِ صوت دونوں مطلوب ہے کیونکہ اذان نماز کے لئے اعلان ہے۔

اس کی تائید کے لئے علامہ شامیؒ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں ﴿الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم تزد فیه الحرف وان زاد کره﴾ یعنی خوش آوازی سے اذان کہنا مستحب و پسندیدہ ہے، جبکہ خوش آوازی کی کوشش میں کلمات اذان کے حروف میں زیادتی و اضافہ نہ ہو، اور اگر اس کوشش میں کسی حرف کی زیادتی لازم آئی تو ایسی خوش آوازی پھر مستحسن نہ ہوگی، مثلاً ﴿آللہ اکبار﴾ وغیرہ، معلوم ہوا کہ کلمات اذان کی صحت کے ساتھ خوش آوازی عندالشرع مطلوب و محمود ہے۔

ردالمختار علی الدرالمختار میں ہے ﴿قوله بلاتغییر حسن ای والتغنی بلاتغیر حسن، فان تحسین الصوت مطلوب و لاتلازم بینهما﴾ (ج ۱/ ص ۲۶۹)

ردالمختار کی اس شرح سے معلوم ہوا کہ اذان میں ایسی تحسین و تغنی جس کی وجہ سے کلماتِ اذان میں کوئی تغیر و تبدیلی نہ ہو مطلوب و مستحسن ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں ﴿ولاتلازم بینهما﴾ یعنی تحسین تغیر کو مستلزم نہیں ہے لہذا یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خیال صحیح نہیں ہے کہ تحسین کی سعی کولحن وغلطی لازم ہے اوبلا غلطی کے تحسین ممکن ہی نہ ہو، لہذا جولوگ تحسین سے اس لئے احتراز کرتے ہیں کہ اس سے کلمات میں تغیر ہوکر مؤدی الی فساد المعنی ہو جائے گا یہ صحیح نہیں ہے، مثلاً اگر لفظ اللہ میں ایک الف سے زیادہ مد کیا گیا تو اس سے معنی میں کوئی فساد پیدا نہیں ہوگا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اگر تغنی موجب تغیر ہوتی تو قرآن کریم کی تلاوت میں اس کے اہتمام کو کیسے کہا جاتا، جبکہ ارشاد ہے ﴿لیس منا من لم یتغن بالقرآن﴾ یہاں یاد رہے کہ من لم یتغن سے من لم یستغن مراد لینے کو جمہور محدثین نے غیر صحیح قرار دیا ہے، (فتح الباری، ج/۹-ص/۷۰) وغیرہ۔

سعایہ باب الاذان میں ہے قولہ ﴿ فامامجرد تحسین الصوت الخ﴾ ظاهر عبارة الخلاصة حیث قال تحسین الصوت لابأس به من غیر تغن، وعبارة قاضی خان حیث قال فی فتاویه لابأس بالتطریب فی الاذان وهوتحسین الصوت من غیر ان یتغیر فان تغیر بلحن اومد وماشبه ذالک کره. یشهد بان ترکه اولیٰ. لکن الشارح نص علی انه حسن. وفی فتح القدیر ﴿تحسین الصوت مطلوب﴾ اقول حسن الصوت یرقق القلب یسیل الدموع ولذالک امررسول الله ﷺ ﴿زینوا القران باصواتکم﴾ وفی روایة اخریٰ ﴿لیس منامن لم یتغن بالقران﴾ فحسن الصوت امرمرغوب فالجزم بحسن الصوت حسن. کمالایخفی﴾ (ج/۲-ص/۱۵)

یعنی خلاصۃ کی عبارت کا ظاہر یہ بتلاتا ہے کہ بغیر تغنی کے تحسین میں کوئی حرج نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ بلا تغیر کلمات تحسین میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر تحسین کسی غلطی یا بے محل مد کا باعث ہو تو ایسی تحسین وسعی مکروہ ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ تحسین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا ترک اولیٰ ہے، لیکن شارح نے صراحت کی ہے کہ تحسین مستحسن ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ اذان میں تحسین صوت مطلوب ہے، اور (صاحب سعایۃ علامہ فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حسن صوت قلب کو نرم کرتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہادیتا ہے، اور اسی وجہ سے تو اللہ کے رسول ﷺ نے امت کے جملہ افراد کو اس کا حکم فرمایا کہ وہ قرآن کریم کو اپنی فطری آوازوں میں مزین کریں، بلکہ ایک روایت میں تو فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کو اچھے انداز سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے، معلوم ہوا کہ حسن صوت مرغوب و پسندیدہ ہے، پس حسن صوت کا جزماً قائل ہونا بہتر ہے، دیکھئے! علامہ فرنگی محلیؒ حسن صوت کے مستحسن ہونے پر کس قدر زور دے رہے ہیں، نیز اس سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ اذان میں بغرض تحسین ایسا مد کرنا جو تغیر ممنوع کا باعث نہ ہو، مطلوب و مستحسن ہے، ہاں غیر محل میں مد کیا تو ایسی تحسین و مد ممنوع ہوگا، جس کے لئے فقہاء کرام آللہ و اکبار کی مثالیں دیتے ہیں۔

چنانچہ رد المحتار (ج/۱-ص/۴۸۰) میں ہے ﴿اعلم ان المد ان کان فی اللہ وان کان فی اخرہ فھو خطاء﴾ وفی الھندیہ ﴿والمد فی اول التکبیر کفر. وفی اخرہ خطاء فاحش﴾ (ج/۱-ص۵۶) وفی فتح القدیر ﴿ولو مد ھاء اللہ فھو خطاء لغۃ﴾ (ج/۱-ص/۲۵۸)

ترجمہ: یعنی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ اور اکبار مد کے ساتھ پڑھنا غلط ہے، جبکہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ آللہ مد کے ساتھ پڑھنا کفر ہے اور اکبار بالمد خطأ فاحش ہے اور فتح القدیر میں ہے لفظ اللہ کی ہاء میں مد کرنا لغۃً غلط ہے۔

بلکہ فقہاء کرام نے مواقع مد کی بھی تعیین فرمائی ہے، لہذا فتاویٰ رملی میں ہے ﴿ولو مد التکبیر بین الام والھاء فی کلمۃ 'اللہ' یجوز ولو مد فی موضع آخر لم یجز﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ص/۱۳۱)۔

اگر اللہ اکبر میں لفظ اللہ کے لام وہاء کے مابین مد کیا تو یہ جائز ہے لیکن اگر ان کے ماسوا مواقع میں مد کیا تو یہ ناجائز ہے، یعنی ضرورتِ تحسین کے تحت جو مد کیا جاتا ہے اس کا موقع لفظ اللہ کا درمیانی الف ہے کہ اسی میں صلاحیتِ امتداد ہے باقی مواقع میں صلاحیتِ امتداد کے نہ ہونے کی وجہ سے مد کرنا ایک حرف کا اضافہ ہے جو غلط ہے۔

چوں کہ اذان میں تحسین مطلوب ہے اور ظاہر ہے کہ تحسین کے لئے جہاں آواز عمدہ و پرکشش ہونا چاہئے وہیں لہجہ کی عمدگی بھی درکار ہوتی ہے، تو مقصد تحسین کے حصول کے لئے کلماتِ اذان میں طوالت و مد بھی ایک اہم چیز ہے، بلکہ مد کے موجب تحسین ہونے ہی کی وجہ سے قراء کرام نے مد کو صفتِ محسنہ سے تعبیر کیا ہے۔

## کلماتِ اذان میں تحسین سے متعلق حضرت مفتی نظام الدین صاحب کا فتویٰ:

اور اس طرح کی تحسین بذریعۂ مد خود سرکار دوعالم ﷺ سے تلاوتِ کلامِ پاک میں ثابت ہے، چنانچہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کلماتِ اذان میں مد سے متعلق اپنے ایک فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

عن قتادہ قال سئل انس کیف کانت قراءۃ النبی ﷺ فقال کانت مدّاً مدّاً ثم قرء بسم اللہ الرحمن الرحیم، بمدبسم اللہ وبمدالرحمن وبمدالرحیم. (رواہ البخاری) (مشکوٰۃ شریف، ص/۱۹۰)

وتحت قولہ بمدبسم اللہ کانت مدّاً ای ذات مدٍ والمراد منہ تطویل النفس فی حروف المدواللین عندالفصول والغایات وفی غیرذالک ممایحسن المد لفظہ. (التعیق الصحیح، ج/۳-ص/۲۹)

اس روایت سے ایک خاص بات یہ معلوم ہوئی کہ تلاوت کرنا سراً بھی بلا کراہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جائز ہے لیکن جب آپ ﷺ جہراً قراءت فرماتے تو بکثرت مد فرماتے حتی کہ بسم اللہ کو بھی مد کے ساتھ قراءت فرماتے اور رحیم کو بھی مد کے ساتھ قراءت فرماتے اور شراح مدت رحیم کے مد کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ای (کانت) ذات مد والمراد منه تطویل النفس فی حروف المد واللین عند الفصول والغایات وغیرذالک ممایحسن المدلفظه. (التعیق الصحیح، ج۳/،ص۲۹/)

یہیں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تلاوت ہمیشہ جہراً لازم نہ ہونے کے باوجود جب جہراً تلاوت کا موقع آیا تو حضور ﷺ مداً مداً تلاوت فرماتے تھے، کمامر فی روایۃ بخاری ومسلم، اوراسی طرح بسم اللہ میں مد فرماتے، رحمٰن میں بھی مد فرماتے اور رحیم میں بھی مد فرماتے، نیز موقعہ بموقعہ ہرجگہ مد فرماتے اور یہ مد کرنا اگرچہ فن تجوید کے اعتبار سے مد اصطلاحی نہیں ہوتا تھا بلکہ تحسینِ صوت کے لئے تطویل نفس اس طرح ہوتا تھا کہ سننے والے اس کو مد سمجھتے تھے، پس تلاوت جس میں جہر ہرحال میں لازم نہیں مگر جب جہر فرماتے تحسینِ صوت کے لئے بشکل تطویل نفس مد فرماتے، خواہ لغوی ہی ہو، تو اذان وصلوۃ میں مدی صوتہ وغیرہ روایت کے مطابق مؤذن کا اپنی پوری طاقت وقوۃ کے ساتھ جہر کرنا شرعاً مطلوب ہے، اس لئے اس جہر میں تحسینِ صوت کے لئے حدودِ شرع میں رہتے ہوئے مد کرنا شرعاً مطلوب ہوگا، انہیں وجوہ سے فقہ ائمۂ اربعہ (ج۱/-ص۳۲۱/) میں بیان، مندوبات الاذان وسننہ میں صفہ کا قول بایں الفاظ منقول ہے، قالت الحنفیة: التغنی فی الاذان حسن الا اذاادّی الی بغیر الکلمات بزیادۃ حرکۃ اوحرف فانه یحرم مافعله لایحل سماعه اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرقات شرح مشکات باب الاذان وغیرہ سے جو عبارتیں نقل کی گئیں ہیں وہ سب واجب اللحاظ والعمل ہیں، اوران سب روایات وعبارات ودلائل کا حاصل یہ نکلا کہ اذان کے کسی کلمہ میں کسی حرکت یا حرف کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زیادتی وکمی کے بغیر اور آواز بگاڑنے کے بغیر مدیٰ صوتہ وغیرہ دلائل کے پیش نظر اپنی بلند سے بلند آواز سے اسی طرح اذان دی جائے کہ اس میں گانے کی آواز بن جانے کا کوئی شائبہ نہ آوے، ہاں! اگر تحسینِ صوت کے لئے تطویل نفس (سانس کھینچنا) کرنے سے مدلغوی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس میں مضائقہ نہیں ہوگا، جیسا کہ عبارت ۶ سے ظاہر ہے، بشرطیکہ اہل تجوید اور مجودین کے اصول کے خلاف اور ان کے اصطلاحی مدنہ ہو جاوے۔ (فتاوی نظامیہ کی ج/۱-ص/۱۰۲)

**نوٹ:-** "یاد رہے کہ قراء کرام کے نزدیک منجملہ اسباب مد کے ایک سبب معنوی بھی ہے"

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے ﴿قال النبی ﷺ اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر﴾ مشکوۃ (ج/۱-ص/۱۶) مراقی الفلاح میں ترسل کے معنی ﴿الفصل بسکتة بین کل کلمتین﴾ بیان کیا ہے، اور طحطاوی میں ہے ﴿وقیل بتطویل الکلمات کما فی البحر عن عقدالفرائد وکل ذالک مطلوب فی الاذان فیطول الکلمات بدون تغن وتطریب﴾ کما فی العنایہ (ص/۱۰۶)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تو اذان کہے تو ترسل سے اور اقامت کہے تو حدر سے کہے (مشکوۃ ج/۱-ص/۱۶) ترسل کے معنی مراقی الفلاح میں دو کلموں کے مابین بذریعہ سکتہ فصل کرنے سے بیان کیا گیا ہے، تو طحطاوی میں ترسل کے معنی کلمات میں تطویل اور امتداد سے بھی بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ عقد الفرائد میں "البحر" سے نقل کیا گیا اور چونکہ اذان میں یہ سب مطلوب ہے، لہذا کلمات اذان کو بلا تغنی وتطریب کے امتداد سے کہا جائے گا، آگے آپ "ویکرہ التلحین "کی شرح میں فرماتے ہیں، وھوالتطریب والخطاء فی الاعراب واماتحسین الصوت بدونہ فھومطلوب. (طحطاوی حاشیہ/۱۰۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اورتطریب کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں ﴿التغنی به بحیث یؤدی الی تغییر کلمات الاذان وکیفیتهما بالحرکات والسکنات ونقص بعض حروفها او زیادة فیها فلایحل فیه ولافی قراء ة القرآن ولایحل سماعه لان فیه تشبها بفعل الفسقة فی حال فسقهم﴾ (طحطاوی ۱۰۷)

ترجمہ: ویکره التلحین یعنی اذان میں لہجہ اس انداز سے بنانا کہ اصل کلمہ میں تغیر کا باعث ہو، جس کو تطریب کہا جاتا ہے یہ غلط اور ناپسند ہے، اسی طرح اعراب کی غلطی، باقی بدون تغیر محض تحسین تو یہ مطلوب ہے، جبکہ تطریب کے متعلق مزید وضاحت فرماتے ہوئے طحطاوی فرماتے ہیں: تطریب یعنی اذان میں لہجہ و تحسین کی ایسی کوشش کرنا ہے جو کلمات اذان کے حروف، حرکات، سکنات میں تغیر کا یا حرفوں میں کمی بیشی کا باعث ہو یہ نہ تو اذان میں درست ہے نہ ہی قراءت قرآن میں اور اس کا سننا بھی جائز نہیں اس لئے کہ اس میں فساق کے فعل فسق سے تشبہ ہے۔ (طحطاوی ۱۰۷)

## الحان وانغام

اس جگہ یہ بات قابل وضاحت ہے کہ لفظ تغنی دراصل عام ہے جو تغنی جائز و مطلوب اور تغنی ممنوع دونوں کو شامل ہوتا ہے، چنانچہ تلاوت کلام پاک سے متعلق تحسین وتزیین کے ارشادات میں ایک ﴿لیس منامن لم یتغن بالقرآن﴾ ہے، دیکھئے! یہاں تغنی بالقرآن کا مطالبہ ہے، تو دوسری طرف ﴿ایاکم ولحون اهل العشق ای الفسق واهل الکتابین﴾ بھی ہے، یعنی تزیین و تحسین اور تغنی کی ایسی کوشش جو حدود کو تجاوز کر جائے ناجائز اور ممنوع ہے، چنانچہ (سند الهند فی القراءت) حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب مکیؒ نے دودھ پانی کو الگ کرتے ہوئے دونوں کے حدود بیان فرمائے، اور اس کے لئے دو اصطلاح ذکر فرمائی ہے۔ (۱) الحان۔ (۲) انغام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قواعد موسیقیہ یعنی نغمہ سازی کے اصول وضوابط کی رعایت کرتے ہوئے خوش آوازی کی ایسی کوشش کرنا کہ برائے تحسین اگر کلمہ کے حروف وحرکات میں کمی بیشی کی بھی ضرورت پیش آجائے تو کرلے، مگر لہجہ کو خراب نہ ہونے دے یہ انغام ہے، جیسا کہ شعراء کے یہاں ضرورت شعری کی وجہ سے ایسی کمی بیشی ہوتی ہے، تو لحان لوگ بغرض تلحین تحسین حروف وحرکات میں کمی بیشی کرتے ہیں، گویا ان کے یہاں عبارت کے الفاظ کی سلامتی پر لہجہ کو ترجیح ہوتی ہے، جو کہ اصل عبارت والفاظ عبارت میں تغیر کا باعث ہونے کی وجہ سے بالاتفاق ناجائز ہے، جیسا کہ اذان میں آللہ اکبار . محاآمد وغیرہ کو فقہاء نے لکھا ہے۔

تو ایک الحان ہے، یعنی اصل عبارت والفاظ عبارت کی صحت وحفاظت درستی وسلامتی کو مقدم قرار دیکر خوش آوازی وتحسین کی سعی کو اس کے تابع قرار دینا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خوش آوازی کی وجہ سے اصل الفاظ عبارت میں قطع وبرید اور کمی وبیشی ہوتی ہو تو ایسی خوش آوازی کو ترک کردیا جائے اور اصل الفاظ کی صیانت کا پورا لحاظ کیا جائے، اور لہجہ وتحسین اور تصحیح عبارت ان دونوں کو اس طرح جمع کرنا کہ تصحیح ودرستی کو مقدم قرار دیکر لہجہ کو اس کے تابع کرنا الحان ہے اور یہی شئی قرآن واذان میں مطلوب ہے، کہ اذان میں اعلان اور تحسین اس طرح ہو کہ کلمات اذان میں کوئی تغیر نہ ہو، چنانچہ ماقبل میں طحطاوی کی عبارت کا مقتضیٰ بھی یہی ہے، اور اسی طرح کی عبارات متعدد فقہاء کرام کی کتب میں موجود ہیں، چنانچہ شرح نقایہ میں ولایلحن کی شرح میں ہے، ﴿من باب التفعیل ای لایتغنی فیھابان نقص من الحروف اومن کیفیتھا وھی الحرکات والسکنات اوزاد فی شیء منھا، واما مجرد تحسین الصوت فھو حسن﴾ (ص/۱۳۱) یعنی اذان میں ایسی تغنی وتحسین نہ ہو جو کلمات اذان کے حروف وحرکات وسکنات میں زیادتی یا نقصان کا باعث ہو، باقی نفس تحسین تو یہ ایک اچھی بات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ظاہر ہے جو تغیر نا جائز ہے وہ کسی مستقل حرف کو بڑھانا ہے، جیسے: محامد اکبار یا حرکت کو بڑھانا، مثلاً: اللهُ وْ، اشهدوْ وغیرہ، لہذا حروف مدہ میں بوقت ضرورت "خواہ ضرورت لفظی ہو یا معنوی" مد کرنا کلمات میں تغیر نہیں کہلاتا بلکہ ایسا مد تو صفت محسنہ ہوتا ہے، مثلاً جآء. دآبة میں بوجہ سبب لفظی جس طرح ایک الف سے زائد مد کرنے کو کوئی تغییر غیر جائز نہیں کہتا، اسی طرح سبب معنوی کے تحت ایک الف سے زائد مد کرنا بھی تغیر نہیں ہے۔

## ایک ضروری وضاحت

کلماتِ اذان میں مد کے مانعین سے بعض کا خیال یہ ہے کہ لامِ جلالہ میں دو حرکت سے زائد مد کرنے سے مزید ایک الف کا اضافہ ہو جائے گا، یعنی لفظ اللہ میں لام کے بعد ایک الف ہے، اس میں اگر دو حرکت سے زیادہ مد کیا تو یہ الف ثانی و ثالث ہے، گویا کلمہ ''اللہ'' جو پانچ الف پر مشتمل ہے، اب زیادتی مد کی وجہ سے وہ چھ سات حروف کا ہو جائے گا۔

لیکن اس نظریہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، (۱) کیا 'دآبة' کا کلمہ جو پانچ حرفوں پر مشتمل ہے اس میں طول یعنی پانچ الف کے بقدر مد کرنے سے اب وہ نو حرفی ہو جائیگا؟ ہرگز نہیں، (۲) کیا مسلسل دو تین الف کا اجتماع اداءً ممکن ہے؟ (۳) اور جب الف اپنے وجود میں ماقبل کے حرف کا محتاج ہوتا ہے، یعنی مخرج محقق سے نکلنے والے حرف کے سہارے کے بغیر وجودِ الف ممکن ہی نہیں ہے، تو اب لفظ اللہ کے الف میں درازئ صوت کو دوسرے تیسرے الف سے تعبیر کرنے پر سوال یہ ہے کہ الفِ اول کا سہارا تو لام ہے، مگر الف ثانی، ثالث و رابع کا سہارا کون ہے؟ (۴) پھر کوئی بھی حرف مخرج وصفات لازمہ سے بنتا ہے، لہذا ذاتِ حرف کے لئے مخرج کا استعمال و اداءِ صفات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لابدی ہے، اگر کسی حرف کو ایک سے زیادہ مرتبہ اداء کرنا ہے تو اتنی ہی بار مخرج کا استعمال کر کے صفات کو ادا کرنا ہوگا، جبکہ لفظ اللہ کے الف کو پانچ الف کی بقدر دراز کرنے میں اس کا مخرج تو صرف ایک ہی مرتبہ استعمال ہوتا ہے اور صفات بھی ایک ہی مرتبہ اداء کی جاتی ہیں، بلکہ اختتامِ مدتک میں کبھی بھی پہلی مرتبہ مخرج وصفات سے فراغت ہی نہیں ہوتی کہ اس کو دوبارہ ادا کیا جائے اور وہ دو یا تین الف کہلا سکے، لہٰذا درازیٔ صوت الف کو زیادتی حروف سے تعبیر کرنا اور محمد کی جگہ محامد کے قبیل سے قرار دینا درست نہیں ہے، جبکہ عالمگیری میں ہے ﴿ویستحب اطالة کلمات الاذان﴾ تو دوسری جگہ ہے ﴿ومدلام اللّٰہ صواب﴾ (ص۱/۳۷) کہ لام اللہ میں مد کرنا صحیح و درست ہے، ظاہر ہے کہ یہاں مد سے مراد قصر نہیں، کیونکہ قصر یعنی ایک الف کے بقدر مد سے تو حرف الف کی ذات وجود میں آتی ہے، اس کے بغیر تو الف کا بقاء ہی ممکن نہیں، اور لفظ اللہ کی مراد و معنی ہی ادا نہیں ہو سکتے، اس کے لئے صحیح و درست کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں بلکہ ﴿ومدلام اللّٰہ صواب﴾ سے مراد یہ ہے کہ بغرضِ تحسین و تعظیم اور ہیبت علی غیر المسلمین ایک الف سے زیادہ مد کیا تو یہ بھی درست ہے، جس کی وضاحت خود عالم گیری میں ﴿ویستحب اطالة کلمات الاذان﴾ سے ہو رہی ہے۔

بلکہ قراء کرام کے یہاں عامۃً لفظ مد ایک الف سے زائد کھینچنے ہی کو کہا جاتا ہے، ابھی چند ماہ قبل ایک رسالہ[1] ﴿المدالتعظیمی لاسم الجلالة﴾

---

[1] اس رسالہ کے بارے میں حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب صدر مفتی دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں: مقالات مذکورہ کو احقر نے حرفاً حرفاً بہت غور سے سنا ماشاء اللہ بہت صحیح وعمدہ تحقیق ہے اللہ اس کو نافع بنائے اسی طرح کے توثیقی وتائیدی کلمات حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب سابق صدر مفتی ریاض العلوم گوریني اور حضرت مولانا قاری ظہیر الدین صاحب معروفی، نیز جناب مولانا قاری محمد اسمٰعیل صاحب صدر شعبۂ تجوید وقراءت ریاض العلوم گوریني اور حضرت مولانا نیاز احمد صاحب مئوی کی طرف سے کتاب کی ابتداء میں محرر ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نامی موصول ہوا جس میں کلماتِ اذان بالخصوص لفظ اللہ میں مد کے جواز کو ثابت کیا گیا ہے، اور بدائع الصنائع (ج ۱-ص ۱۴۹) کے حوالے سے لکھا گیا ہے ﴿منها ان یجهر بالاذان فیرفع صوته لان المقصود وهوالاعلام یحصل به الاتری ان النبی ﷺ قال لعبدالله ابن زیدؓ علمه بلالا فانه اندی وامدصوتاً منک ولهذا کان الافضل ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران کالمیذنة ونحوها﴾ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند آواز سے کہے، کیونکہ اذان کا مقصد یعنی عام اعلان اسی سے حاصل ہوسکتا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ ابن زیدؓ کو حکم دیا کہ یہ کلمات بلال کو سیکھاؤ، ان کی آواز تم سے زیادہ بلند اور دراز ہے، اسی بنا پر افضل ہے کہ ایسی جگہ اذان دی جائے جہاں سے زیادہ لوگوں کے کان میں آواز پہنچ سکے، مثلاً منارہ وغیرہ۔

اس میں امدصوتا کی صراحت ہے، جس سے اذان میں مدصوت کا زیادہ مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے، نیز بدائع الصنائع (ج ۱-ص ۱۴۷) میں حدیث کا یہ جملہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابومحذورہؓ کو حکم دیا کہ ﴿ارجع فمدبهماصوتک﴾ اور ابوداؤد شریف میں یہ الفاظ ہیں ﴿ارجع فامددمن صوتک﴾ یعنی دوبارہ کہو اور آواز بڑھا کر کہو۔

بدائع الصنائع (ج ۱/ص ۱۴۸) پر یہ عبارت ہے ﴿فانه روی انه 'ابومحذوره' لمااذن وکان حدیث العهدبالاسلام قال مثلاً الله اکبر الله اکبراربع مرات ومدصوته الی ان قال فلمابلغ الی الشهادتین فدعاه رسول الله ﷺ وعرک اذنه وقال ارجع وقل اشهد ان لااله الاالله. واشهد ان محمدارسول الله' ومد بهماصوتک غیظاللکفار﴾ مروی ہے کہ حضرت ابومحذورہؓ نے جب اذان کہی اور وہ ابھی نومسلم تھے، تو اللہ اکبر اللہ اکبر چار مرتبہ بلند آواز میں کہا اور آواز بڑھا کر کہا، جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شہادتین پر پہنچے تو شرما گئے اور آواز پست کی، رسول اللہ ﷺ نے بلایا اور کان ملا اور فرمایا کہ دوبارہ 'اشھد ان لا الٰہ الا اللہ. واشھد ان محمدا رسول اللہ' کہو اور آواز بڑھاؤ تاکہ کفار کو رنج ہو۔

اس میں تصریح ہے کہ ابو محذورہؓ نے اللہ اکبر میں آواز درازکی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے شہادتین میں بھی اسی کا حکم دیا تھا۔ (ص/۱۸)

تو حضرات فقہاء کرام نے بھی مختلف عبارات سے خوش آوازی کی طرف توجہ دلائی ہے، چنانچہ علامہ شامی" فرماتے ہیں ﴿الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم تزد فیه الحروف وان زاد کره له﴾ یعنی خوش آوازی سے اذان کہنا امر مستحب وپسندیدہ ہے، جبکہ خوش آوازی کی کوشش میں کلمات اذان کے حروف میں کمی بیشی نہ ہو، اور اگر اس کوشش میں کسی حرف کی زیادتی لازم آئی تو ایسی خوش آوازی پھر مستحسن نہ ہوگی، مثلاً اللہ کی جگہ آللہ اور اکبر کی جگہ اکبار، چنانچہ کلمات اذان میں مد کے مانعین کی طرف سے جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، اس میں کچھ اسی قبیل سے ہیں، مثلاً یہ حضرات حاشیہ شلبی علی التبیین سے نقل کرتے ہیں ﴿قال الشیخ باکیر عند قوله بلاترجیع ولحن یقال فی القراءت طرب وترنم ماخوذ من الحان الاغانی. فلاینقص شیئاً من حروفه ولایزیدفی اثنائه حرفا وکذا لایزید ولاینقص من کیفیات الحروف کالحرکات والسکنات والمدات وغیر ذالک لتحسین الصوت فامامجرد تحسین الصوت بلاتغییرفانه حسن. (انتهی)

شیخ باکیر بلاترجیع ولحن کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قراءت میں طرب وترنم بولا جاتا ہے، جو گویوں کی لحانی سے ماخوذ ہے، لہذا اذان میں تحسین اس انداز سے ہو کہ کلمات اذان کے حرفوں میں کمی بیشی نہ ہو اور اسی طرح کیفیات یعنی حرکات وسکنات اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مدات میں کمی بیشی نہ ہو، باقی ایسی تحسین جس سے کلمات میں کوئی تغیر نہ ہو تو یہ حسن ہے۔

عبارت میں ایسی تحسین کو ممنوع قرار دیا ہے، جس کی وجہ سے حرفوں میں کمی بیشی ہو یا بے موقع یعنی غیر مدہ میں مد کیا جائے، باقی حروف مدہ میں مد کرنا بے محل نہیں ہے، چنانچہ علامہ موسی بازی اپنی کتاب "فتح الله بخصائص اسم الله" میں فرماتے ہیں: قال فی العنایة ویحذف التکبیر حذفاًای لایمد فی غیر موضع المد، تکبیر کو حذف کے ساتھ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ غیر مدہ میں مد نہ کیا جائے، حاشیہ شلبی میں اس کی تفہیم کے لئے ایک روایت یوں نقل کی ہے۔

قدسئل الامام احمد بن حنبل عنه ای عن اللحن فی القراء ت فکرهه ومنعه فقیل له لم؟ فقال للسائل ماسمک؟ فقال محمد. فقال ایعجبک ان یقال یاموحآمَد! واذالم یحل فی الاذان ففی القراء ت اولیٰ﴾ (فتح/ ۱ ص/ ۹۰) بحواله خیر التقریر. امام احمد بن حنبلؒ سے قراءت میں لحن سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے لحن یعنی غلطی کو ممنوع قرار دیا، اس پر آپ سے وجہ ممانعت دریافت کی گئی تو آپ نے سائل سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے تو اس نے جواب دیا محمد، تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تم پسند کرو گے اس کو یوں کہا جائے یامحامد، جب یہ اذان میں درست نہیں ہے تو قراءت میں بدرجۂ اولیٰ جائز نہیں۔

صاحب بحر الرائق (ص/ ۳۱۵) ابتداء صلوۃ میں تکبیر کی غلطیوں اور ان کے احکام پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿ومدلام الله صواب﴾ ظاہر ہے کہ یہاں مد سے مراد صرف قصر نہیں کیونکہ بلا قصر یعنی ایک الف کے بقدر مد کے بغیر تو لفظ اللہ اپنا مفہوم ہی ادا نہ کر پائے گا، جیسے رحمن، اللہ اس لئے یہاں مد سے مراد اس کی اپنی مقدار سے زیادہ امتداد ہی مقصد گفتگو ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ﴿ویستحب اطالة کلمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الاذان﴾ کلمات اذان میں امتداد مستحب و پسندیدہ ہے، قارئین غور فرمائیں کہ کیا یہاں اطالت کلمات سے مراد قصر ہے؟ نہیں، بلکہ موقع قصر میں مزید طوالت و امتداد ہے، اور وہ گو قرآن کریم میں صحیح نہیں ہے، مگر اذان میں بغرض اعلان وتحسین مستحب ہے۔

## کلمات اذان میں مد کے سلسلہ میں رسالہ ’’ البلاغ ‘‘ مضمون

ابھی چند سال قبل پاکستان سے شائع ہونے والے ایک مؤقر علمی پرچے **’البلاغ‘** میں اذان سے متعلق مسئولہ اکیس سوالات اور ان کے جوابات چھپے تھے، جن میں اولین سوال کلمات اذان میں مد سے متعلق تھا، جس کا جواب بشکریہ البلاغ یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

سوال: لفظ اللہ کے لام کو کتنا لمبا کیا جا سکتا ہے، بعض لوگ بہت زیادہ لمبا کرتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: فقہائے کرام کی مندرجہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں لفظ ’اللہ‘ کے لام کو کھینچنا جائز ہے، اور حضرات قراء نے بھی اسباب مد میں مد تعظیمی میں لفظ اللہ کے مد کو شمار کیا ہے، چنانچہ حضرت اقدس قاری فتح محمد صاحبؒ نے زیادہ سے زیادہ سات الف کی مقدار کے برابر کھینچنے کی گنجائش لکھی ہے، اسی طرح مد متصل میں[1] بھی پانچ الف کے مقدار کے برابر کھینچ سکتے ہیں، ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظ اللہ کے لام کو بھی اگر پانچ الف کی مقدار کے برابر کھینچ لیا جائے تو درست ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ سات الف کے برابر کھینچنے کی گنجائش ہے، ﴿في فتح القدير ومدلام الله صواب﴾ (ص/۲۵۸-ج/۱) هكذا ايضافي الهندية (ص/۴۳-ج/۱) وفي نهاية المراد في شرح هدية ابن العماد الحنفي .

---

[1]: یہ لفظ مد منفصل ہونا چاہئے کہ اذان میں کوئی مد متصل نہیں ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



﴿ولومدلام الله فحسن مالم يخرج عن حدها﴾ کمافی التبیین، (ص/۴۸۰)
﴿وفی تبيين الحقائق وان كان المد فی لام الله فحسن مالم تخرج عن حدها﴾ (ص/۱۱۴-ج/۱) وفی فتاوی الرملی الفتاوی الكبرى ﴿وفی التهذیب ولومد التكبير بين اللام والهاء فی كلمة الله يجوز﴾ (ص/۱۳۱) ﴿وفی الاذكار للنووی واعلم ان محل المد بعداللام من الله ولايمد فی غيره﴾ (ص/۴۲)
﴿وفی زادالمحتاج بشرح المنهاج ولاتضر زيادة لاتمنع الاسم ای اسم التكبير كالله الاكبر بزيادة اللام لانه لفظ يدل علی التكبير وعلى زيادة مبالغة فی التعظيم﴾ (ص/۱۶۴ ج/۱) ﴿وهكذاايضافی مغنی المحتاج﴾ (ص/۱۵۱ ج/۱)
وفی مفتاح الكمال شرح تحفة الاطفال للمقری فتح محمدؒ، اسباب مد میں نمبر دو تعظیم یعنی شان کی بڑائی ظاہر کرنا اور یہ لفظ اللہ میں ہوتا ہے، اس میں فقہاء نے سات الف کے برابر کی مقدار میں مد کرنا درست بتایا ہے۔ (ص/۶۶)
﴿وفی فتح الجواد لابن حجرالمكی و كذا زيادة مد الالف التی بين الام والهاء الى حد لايراه احد من القراء فی مايظهر لاضم الراء كمابينته فی الاصل﴾ (ص/۱۱۵-ج/۱)
﴿وفی نهاية المحتاج الى شرح المنهاج للشيخ محمدبن ابی العباس الرملی ولوزاد فی المدالالف التی بين اللام والهاء الى حد لايراه احد من القراء، وهوعالم بحال فی مايظهر ضررای فی قراءت غيرمتواترة اذ لايخرجه ذالک عن كونه لغة وغاية مقدار مانقل عنهم على مانقله بن حجرسبع الفات، وتقدر كل الف بحركتين وهوعلى التقريب، ويعتبرذالک بتحريک الاصابع متوالية متقاربة للنطق بالمد﴾ (ص/۴۴۰ ج/۱) ﴿وهكذا ايضافی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حواشی الشروانی علی تحفة المحتاج بشرح المنهاج للعلامة ابن قاسم العبادی﴾ (ص/۱۴۰ج/۲)

﴿وفی روضة الطالبين للنووی وان لايقصر التكبير بحيث لايفهم ولايمطط بان يبالغ فی مده بل يأتی به والاولیٰ فيه الحذف علی الصحيح وعلی الشاذ المد اولیٰ﴾ (ص/۲۳۲ج/۱)

﴿وفی مواهب الجليل شرح مختصر خليل لابی عبدالله محمد الخطابی قلت ويبقی شیء لم ارمن نبه عليه، وهو اشباع مد الف الجلالة التی بين الام والهاء فانه ليس ثم سبب لفظيی يقتضی اشباع مدها فی الوصل، اما اذا وقف عليها كما فی آخر الاذان والاقامة فالمد حينئذ جائز لالتقاء الساكنين، نعم ذكر ابن الجزریؒ فی النشر فی باب المد والقصر ان العرب تمد عند الدعاء والاستعانة وعند المبالغة فی نفی الشئی، ويمدون مالااصل له بهذه العلة. انتهیٰ﴾ (ص/۴۳۸-ج/۱)

﴿وفی كشاف القناع عن متن الاقناع للشيخ محمد بن يونس الحنبلی. ولا تضر زيادة المد علی الالف بين اللام والهاء، لانها ای زيادة المد اشباع، لان اللام ممدودة فغاية انه زاد فی مد اللام ولم يأت بحرف زائد وحذفها ای حذفه زيادة المد اولیٰ لانه يكره تمطيطه ای التكبير﴾ (ص/۳۳۰ج/۱)

﴿وفی كتاب الفروع للامام محمد مفلح الحنبلی، ولايضر لو خلل الالف بين اللام والهاء لانه اشباع وحذفها اولیٰ، لانه يكره تمطيط والزيادة علی التكبير قيل يجوز ويكره﴾ (ص/۴۰۹ج/۱)

﴿وفی الحاشية قوله: والزيادة علی التكبير قيل تجوز وقيل تكره، انتهی﴾

﴿وذالک مثل قوله الله اكبر كبيرا. اوالله اكبر واجل اواعظم ونحوه احدهما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یکره، قطع به فی الرعایتین والهاوی الصغیر وقدمه فی الحاوی الکبیر، والقول الثانی یجوز. قال فی المذهب ومسبوک الذهب جاز. ولم یستحب. قال ابن تمیم لم یستحب. قال فی المغنی والشرح وشرح بن رزین وغیره. لوقال ذالک لم یستحب نص علیه وصحت الصلوۃ فکلامهم محتمل للقولین.

﴿وقال المجد فی شرحه لوقال ذالک صحت صلوته ولم یذکر کراهته ولاغیرها﴾ (ص/۴۱۰ ج/)

﴿وفی کشف المحذرات للعلامة زین الدین عبدالرحمن البعلی ثم الدمشقی. وجهر المصلی بها وبکل رکن واجب بقدر مایسمع نفسه فرض. وتنعقد ان مد اللام لان مدهمزة اکبراوقال اکبار او الاکبر﴾ (ص/۶۸)

﴿وفی کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایاصحیح البخاری للعلامة محمد الخضر الجنکی الشنقیطی. الفه علی بلال فانه اندیٰ صوتامنک ای اقصدفی المد الاطالة والاسماع لیعم الصوت ویطول امدالتاذین فیکثر الجمع ویفوت علی الشیطن مقصوده من الهاء الادمی عن الاقامت الصلوۃ فی جماعة﴾ (ص/۲۳۳ ج/۸)

﴿وفی فتح الله بخصائص اسم الله للعلامة موسی الروحانی. وتوضح المقام ان المد فی التکبیر لایخلو امان یکون فی اوله او اوسطه او اخره. فان کان فی اوله کان خطاء ولکن لاتفسد الصلوۃ. وقال بعض مشائخنا یوهم الکفر. وان کان فی اوسطه فالصحیح انه لایفسد الصلوۃ. وان کان فی اٰخره فهو خطاء. لکن لایفسدایضا﴾ (ص/۲۰۸)(البلاغ)

## شدّ الدلالۃ فی مدّ الجلالۃ:

تو حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی ملتانی مہاجر مدنی مدظلہ نے اپنی کتاب کمال الفرقان شرح جمال القرآن کے ختم پر ضمیمہ کے طور پر جو اہم مباحث کتاب کے آخر میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ملحق فرمائے ہیں، ان میں سے ایک شد الدلاله فی مد الجلاله یعنی غیر قرآن میں لفظ جلالہ کے مدمعنوی کے متعلق ایک ضروری بحث ہے، جس کو دلی تشکر کے ساتھ ہم نقل کرتے ہیں۔

لفظ جلالہ اللہ کا مد بحالت وصل مد اصلی ہے، جس کی مقدار باجماع اہل اداء دو حرکت یعنی ایک اُلف کے برابر ہے، اس لئے اداء تلاوت وقراءت قرآن کریم میں تو ایک الف پر زیادتی سراسر خلاف قاعدہ وممنوع ہے، البتہ غیر قرآن بالخصوص کلمات اذان میں اس زیادت مد اصلی کی ضرور وسعت وگنجائش ہے، تاکہ عظمت وجلالۃ شان اور مقصد اعلام ونداء بدرجۂ اتم حاصل ہو، اس پر ایک قوی شاہد وقرینہ یہ ہے کہ اہل عرب کے یہاں عند الذکر وعند الاستغاثہ وعند الدعاء مدمعنوی کتب فن میں مصرح ومنصوص ہے، (۱) تفسیر الاتقان (ص۹۷-ج۱) نوع ۳۲ میں ہے ﴿واما السبب المعنوی فهو قصد المبالغة فی النفی وهو سبب قوی عند العرب، وهذا مذهب معروف عند العرب، لانها تمد عند الدعاء وعند الاستغاثة وعند المبالغة فی نفی شیء﴾

(۲) کتاب النشر فی قراءات العشر (ص۳۴۵-ج۱) للعلامة ابن الجزریؒ میں ہے۔ ﴿وقد استحب العلماء المحققون مد الصوت بلااله الاالله اشعارا بما ذکرنا وبغیره، قال الشیخ محیی الدین النوویؒ فی الاذکار ولهذا کان المذهب الصحیح المختار استحباب مد الذاکر قوله لااله الاالله لما ورد فیه من التدبر قال واقوال السلف وائمة الخلف فی مد هذا مشهورة﴾ والله اعلم انتهی۔

(۳) المنح الفکریة ص۵۷ شرح المقدمة الجزریة لملاعلی بن سلطان محمد القاریؒ میں ہے، ﴿وهذا مذهب معروف عند العرب لانها تمد عند الدعاء وعند الاستغاثة﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(۱)اور رہا سبب معنوی تو وہ نفی میں مبالغہ کی نیت سے کیا جاتا ہے اور عرب کے یہاں یہ مد کا قوی سبب ہے اور مشہور مذہب ہے، اس لئے عرب دعائے استغاثہ اور نفی میں مبالغہ کی غرض سے مد کرتے ہیں۔ (۲) علامہ جزریؒ کی کتاب "النشر فی قراءات العشر (ج/۱-ص/۳۴۵) میں ہے کہ علماء محققین نے وجوہ مد مذکورہ کے تحت لا الہ الا اللہ وغیرہ میں مد کو پسندیدہ قرار دیا ہے (۳) ملا علی قاریؒ المنح الفکریۃ میں سبب معنوی سے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ عرب کے یہاں مشہور ہے کہ یہ حضرات دعاء واستغاثہ کے موقع پر مد کرتے ہیں۔

(۴) اسی قسم کی عبارت نہایۃ القول المفید فی علم التجوید ص/۱۳۱ للشیخ محمد مکی النصر میں بھی ہے، غور طلب امر یہ ہے کہ دعاء سے مراد عام پکار ہو تو اذان بھی نماز کے لئے نداء و پکار ہے، اور اگر اس سے مراد خاص دعاء من اللہ ہے تو 'یا رب' 'یا اللہ' 'اللھم' میں مدیت ودرازی ثابت ہوئی پس اذان کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا، اور اس کے لئے دوسری نظیر مؤید یہ ہے کہ اسم الجلالہ کی بعض لفظی خصوصیات ہیں، مثلاً دوسرے لامات کے خلاف بعد از فتحہ وضمہ لام جلالہ کی تفخیم وتغلیظ اسلئے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کی شان وعظمت وفخامت اور بزرگی ظاہر ہو، فلذا ھذا (۳) علاوہ ازیں گو لفظ اللہ کے مد معنوی غیر قرآنی کا صریحاً ذکر فن کی کسی قدیم عربی مستند کتاب میں تو نظر سے نہیں گزرا، مگر بعض جدید اردو رسائل میں اسکا صریح ذکر موجود ہے، جو محض مؤید کے درجہ میں کسی حد تک کافی ثبوت ہے، چنانچہ جواہر التجوید ص/۳۱-۳۲ میں ہے، مد تعظیمی جسکو مد مبالغہ بھی کہتے ہیں اسواسطے ہے کہ اس مد میں اللہ جل شانہ کی تعظیم وعظمت وشان جلالت معلوم ہوتی ہے، جو اسم جلالہ ﴿اللہ، رحمن، قھار،﴾ وغیرہ میں کیا جاتا ہے، لیکن کسی قاری کے نزدیک قرآن مجید میں معمول ومختار نہیں، مقصد یہ ہے کہ یہ مد معنوی غیر قرآن میں مستعمل ہے، نہ کہ قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مجید میں، اسی سے ملتی جلتی عبارت مجموعہ زینت القاری میں بھی ہے۔

(۲) اور مختصر التجوید ص ۱۸/ مؤلفہ حضرت قاری قادر بخش صاحب پانی پتیؒ میں ہے 'اور بعض قاری اللہ کے نام میں تعظیم سے مد کرتے ہیں اور رحمٰن میں بھی مد کرتے ہیں اس واسطے کہ مد کرنے میں تعظیم زیادہ تر حاصل ہوتی ہے لیکن معمول نہیں (یعنی قرآن میں مستعمل نہیں) الخ

(۳) امام القراء حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتیؒ اپنے معرکۃ الاراء رسالۂ تجوید ' تحفۂ نذریہ ' ص ۲۱/ میں فرماتے ہیں" چہارم مد تعظیم چنانچہ بعضے دراسم "اللہ" و"رحمٰن" مدی کشند اھ اور

(۴) مؤلف علم الصیغہ حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کاکورویؒ ﴿البیان الجزیل للترتیل﴾ میں ارشاد فرماتے ہیں ایک اور موقع مد کا ہے جس پر وہی لوگ قادر ہیں جو معانی سے واقف ہیں، وہ یہ ہے کہ موقع عظمت وجلال میں یا اور کسی جگہ جو قابل اہتمام ہو مد کرے مثلاً ﴿للہ الواحد القھار﴾ کے سب الفوں پر مد کرکے بہ ہیبت وعظمت پڑھے، یا ﴿ان الابرار لفی نعیم﴾ میں ابرار کے الف اور فی کی یا پر مد کرے، امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی الاتقان میں یہ موقع مد کا ذکر کیا ہے' اھ (کمال الفرقان)

نیز خود قرآن کریم میں عشرۂ کبیر میں بطریق طیبہ امام حمزہؒ کے یہاں لا ریب فیہ سے 'لا' جس کے بعد کوئی سبب لفظی نہیں ہے پھر بھی توسط کیا جاتا ہے، معلوم ہوا مد معنوی عند العرب وعند القراء معتبر ہے، اور یہ مد معنوی جہاں نفی میں مبالغہ کے لئے ہے عظمت وجلال کے مواقع میں بھی ہے، جیسا کہ علامہ جزری سیوطی اور مفتی عنایت احمد صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان کے حوالہ سے گزرا کہ اسی طرح دعاء واستغاثہ کے موقع میں بھی مد کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اذان نماز کے لئے دعوت ہے، لہٰذا غیر قرآن واذان جیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اعلان ودعوت میں لفظ اللہ پر مد کرنا جائز ہے۔

ویسے اذان میں مد کے متعلق اختلاف کا جائزہ لینے سے ایک بات تو یہ واضح ہوتی ہے کہ اذان کے وہ کلمات جنمیں بوجہ وقف مد عارض ہے انمیں مد کرنا تو کوئی محل اختلاف نہیں ہے، محل اختلاف دراصل اللہ اکبر کا اسم جلالہ یعنی لفظ اللہ ہے، چنانچہ ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہاں مد فرعی یعنی ایک الف سے زائد مد کے لئے سبب مد ہمزہ و سکون سے کوئی نہیں ہے، لہذا اصول تجوید کی رو سے مد کرنا جائز نہیں ہے۔

## تجوید کا موضوع

تو یہ صحیح ہے کہ مد کے اسباب لفظیہ سے یہاں کوئی سبب نہیں ہے لہذا مد نہ ہونا چاہیے، مگر غور طلب امر یہ ہے کہ اصول ومسائل تجوید کا موضوع کیا ہے؟ چنانچہ صاحب نہایۃ القول المفید فرماتے ہیں ﴿واماموضوعه فالقرآن وقال بعضهم والحدیث﴾ (ص/۱۵) یعنی مسائل تجوید کا موضوع تو دراصل قرآن ہے مگر بعضوں نے کہا ہے کہ قرآن وحدیث دونوں ہے، معلوم ہوا کہ حدیث کو بھی تجوید کا موضوع قرار دینا یہ صرف بعض کی رائے پر ہے لہذا ضعیف ہے، جبکہ اکثر کی رائے میں صرف قرآن ہے، حدیث نہیں، یہی وجہ ہے کہ احادیث النبی ﷺ کی تلاوت کرنے والا کوئی بھی تالی" خواہ وہ دونوں میں سے جس مکتب فکر کا ہو" تلاوت احادیث میں مسائل تجوید کی رعایت کا اہتمام نہیں کرتا، چنانچہ تلاوت احادیث میں غنہ، مد، تفخیم، ترقیق، وغیرہ کا اہتمام کون کرتا ہے؟ اور نہ اسکو ضروری قرار دے کر عدم رعایت کو کوئی ناجائز کہتا ہے، معلوم ہوا کہ تجوید کا موضوع صرف الفاظ قرآن ہیں، نہ معلوم وہ بعض کون ہیں جو احادیث کو تجوید کا موضوع قرار دے کر تلاوت احادیث میں اصول تجوید کی ایسی رعایت کرتے ہوں جو قرآن کریم میں کی جاتی ہے، پھر نہ معلوم انکو صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کلمات اذان میں اصول تجوید کے اجراء پر اس قدر اصرار کیوں ہے؟

پھر مزید غور فرمائیں کہ تجوید کیلئے جو آیت کریمہ ماٰخذ کی حیثیت رکھتی ہے یعنی ﴿ورتل القرآن ترتیلا﴾ اس میں بھی قرآن ہی کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا ہے، نیز جس روایت کو بطور ترہیب کے پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو ﴿رب قاری للقرآن والقرآن یلعنہ﴾ میں صرف قرآن کا ذکر ہے نہ کہ احادیث کا۔

فائدہ: ملا علی قاریؒ شرح جزری میں لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے اس روایت سے تجوید کے سیکھنے کے لازم وضروری ہونے پر استدلال کیا ہے، یہ حدیث اگرچہ محدثین کے اصول کے مطابق ثابت نہیں، لیکن محقق علماء نے اس مسئلہ کی بنیاد تسلیم کی ہے،

پھر ادھر صاحب نہایۃ نے احادیث کو بھی تجوید کا موضوع قرار دینا ﴿قال بعضھم﴾ سے بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احادیث نبویہ ﷺ کو تجوید کا موضوع قرار دینا راجح قول کے مقابل قول مرجوح ہے، تاہم ہمارے علم میں ابتک کوئی ایسا فرد نہیں ہے جو احادیث کی تلاوت میں اصول تجوید کا ایسا اہتمام کرتا ہو جیسا کہ تلاوت کلام پاک میں کیا جاتا ہے۔

## صاحب نہایہ کی رائے

اس جگہ اذان میں مد کے مانعین کی طرف سے صاحب نہایۃ کی یہ عبارت بڑی قوت سے پیش کی جاتی ہے کہ موصوف اپنی اس تصنیف میں مد اصلی کی مقدار پر گفتگو کے دوران تحریر فرماتے ہیں ﴿فمایفعلہ بعض ائمۃ المساجدواکثر المؤذنیین من الزیادۃ فی المد،فمن اقبح البدع لاسیما وقدیقتدی بھم بعض الجھلۃ من القراء﴾ (ص/۱۶۶)

ترجمہ: لہٰذا بعض ائمۂ مساجد اور اکثر مؤذنین مد اصلی کو قصر سے جو زیادہ دراز کرتے ہیں یہ قبیح ترین بدعت ہے بالخصوص جبکہ بعض ناواقف قراء ان کی تقلید اور اتباع کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ اولاً تو یہ گفتگو تلاوت قرآن میں مد اصلی کی مقدار میں اضافہ پر نکیر کے قبیل سے ہے، جس میں ضمناً مؤذنین پر بھی تبصرہ فرمایا ہے، مگر خود مصر موصوف نے شروع میں جب مسائل تجوید کا محور بقول اکثر صرف قرآن کریم کو قرار دیا ہے اور وہاں اپنی کسی رائے کا اظہار بھی نہیں فرمایا ہے، لہٰذا اب موصوف محترم کا دوران قراءت ائمۂ حرم کے مد اصلی میں ایک الف سے زائد مد کرنے پر تبصرہ تو معقول ہے، لیکن مؤذنین کی اذان 'جو کہ غیر قرآن ہے' کے مواقع مد اصلی میں ایک الف سے زائد مد کو اصول تجوید قرآنیہ پر قیاس کر کے ان پر نکیر کرنا کیسے قابل قبول ہوگا؟ کیوں کہ یہ غیر قرآن کو قرآن پر قیاس کرنا ہے جو قیاس مع الفارق ہے۔

## مؤذنین پر نکیر میں ملا علی قاریؒ کا اعتدال

چنانچہ مذکورہ مواقع مد اصلی میں ایک الف سے زائد مد پر ملا علی قاریؒ کی عبارت اور آپ کا تبصرہ جو آپ نے اپنی 'المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ میں فرمایا ہے، بہت زیادہ موزوں قرین قیاس اور معتدل ہے آپ فرماتے ہیں ﴿وکذا اذازادفی الاصلی والطبعی علی مدہ العرفی من قدرالالف بان جعلہ قدر الفین او اکثر کمایفعلہ اکثر الائمۃ من الشافعیۃ والحنفیۃ فی الحرمین الشریفین فی الحرم المحترم فانہ محرم قبیح لاسیما وقدیقتدی بھم بعض الجھلۃ﴾

ترجمہ: اسی طرح جب مد اصلی یا طبعی کے مواقع میں ایک الف سے زیادہ مد کیا اور وہ مد دو یا تین الف تک کر لیا جیسا کہ حرمین شریفین میں اکثر ائمۂ احناف وشوافع کرتے ہیں تو یہ ناجائز ہے بالخصوص جبکہ بعض جہلاء ان ائمۂ حرم کی مد کرنے میں اقتداء بھی کرتے ہیں۔

دیکھئے ملا علی قاریؒ نے ائمۂ حرمین شریفین کے مقدار مد اصلی میں ایک الف سے زائد مد کرنے پر جو نکیر فرمائی وہ بالکل بجا ہے، کہ اصول تجوید کا محور تو قرآن ہے، اگر اسی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رعایت نہ ہو اور مرکز اسلامی میں اگر اس طرح کی آزادی ہوگی تو وہ پورے عالم اسلام کے لئے حجت ہو جائیگی، اور اس طرح علم تجوید کی یہ مضبوط عمارت جسکی مضبوطی و حفاظت امت و علماء امت صدیوں سے کرتے آئے ہیں منہدم ہو جائیگی، مگر غور فرمائیں کہ عبارت میں مؤذنین کو شامل نہیں فرمارہے ہیں جو دراصل صرف قرآن کے موضوع تجوید ہونے کے نکتہ کا لحاظ ہے، نیز غیر قرآن میں اس طرح کے مدود ثابت بھی ہیں، اور اسکی اجازت بھی ہے جس کی تفصیل ابھی کچھ بعد میں ہم کرنے جارہے ہیں۔

اور ملا علی قاریؒ کے پیش نظر مؤذنین کی اذان کا وہ جزء بھی ہے جو قابل نکیر ہے، چنانچہ آگے چل کر آپنے مقدار طول پر گفتگو فرماتے ہوئے پانچ الف سے زیادہ طول پر جب نکیر فرمائی ہے تو وہاں بعض الائمۃ واکثر المؤذنین کو اس نکیر کا خصوصی مورد قرار دیا ہے، لیکن مد اصلی کے قصر میں ایک الف سے زیادہ مد کرنا گو کہ قرآن کریم میں غلط ہے، لیکن اذان میں بوجہ اعلان و تحسین اسکی گنجائش ہے، اسی لئے آپنے اس نکیر میں صرف ائمۂ حرم کو خاص فرمایا، اور مؤذنین کو ذکر نہیں فرمایا ورنہ آپ دونوں مواقع میں ائمۂ حرم کی طرح مؤذنین کو بھی شریک نکیر فرماتے، معلوم ہوا کہ آپ کے یہاں مؤذنین کا مواقع طول میں پانچ الف سے زیادہ مد کرنا تو قابل تنبیہ ہے، مگر مواقع قصر میں ایک الف سے زیادہ مد کرنا قابل تنبیہ نہیں ہے، اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انداز نکیر و تعبیر تو تقریبا صاحب نہایۃ نے ملا علی قاری کا اختیار فرمایا ہے، مگر مؤذنین کو شریک کر کے مسائل تجوید کے موضوع کی نزاکت کا وہ خیال نہیں کر سکے، جو ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ مد اصلی کی مقدار اصولِ تجوید میں گو ایک ہی الف ہے مگر اصول تجوید کا موضوع عملاً سب کے یہاں اور علما جمہور کے نزدیک صرف قرآن ہے نہ کہ اذان بھی اور اس طرح صاحب نہایۃ کی دونوں عبارتوں میں باہم تضاد بھی ہو گیا کہ شروع میں احادیث کو تجوید کے موضوع میں قال بعضھم سے شریک کیا تھا اور وہاں اپنی کسی رائے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اظہار بھی نہیں فرمایا کہ ہم احادیث نبویہ ﷺ کی تلاوت میں اصول تجوید کی ایسی ہی رعایت کے قائل ہیں جیسی قرآن کریم میں کی جاتی ہے، لہذا مؤذنین کا مواضع مداصلی میں ایک الف سے زائد مد کرنا اگر آپ کی رائے میں قابل نکیر ہے تو موضوع کے باب میں یہ وضاحت ضروری تھی کہ ہمارا میلان قال **بعضھم** کی طرف ہے، نیز اذان میں ایک الف سے زائد مد کرنا اگر اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل تنبیہ ہے بھی تو خلاف جمہور بعض کی رائے میں ہے نہ کہ علی الاطلاق، اسلئے مطلقا نکیر محلِ نظر ہے لہذا ضروری تھا کہ اس نکیر کو بعض کی رائے کے ساتھ خاص کیا جاتا۔

پھر صاحب نہایہ کی عبارت میں بیان شدہ ممانعت کو لام اسم الجلالہ کے ساتھ خاص کر دینا بھی بعد کے لوگوں کی طرف سے ہے، ورنہ جیسا کہ قاری محمد طاہر صاحب رحیمی مہاجر مدنی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عبارات خاص لفظ الجلالہ کے بارے میں مبہم اور محض بطور عموم واطلاق کے مشعر ممانعت زیادت علی المد الاصلی فی لفظ الجلالہ ہیں، اسلئے کہ ظاہر ہے کہ اس میں بالخصوص لفظ الجلالہ کے متعلق اس ممانعت کا صریحا کوئی ذکر قطعی موجود نہیں، اس بناپر احتمال ہے کہ یہ ممانعت غیر لفظ الجلالہ کے مداصلی کی بابت ہو، مثلاً الله، رسول (یہ دونوں مدود اصلیہ اذان میں ہیں) اور قدقامت الصلوۃ پہلا اور حیی علی الفلاح پہلا یا اقامت میں نہ کہ اذان میں، نیز ممکن ہے کہ یہ عبارت (صرف) ائمۂ حرم والی شق میں متعلق بالقرآن ہو، اور واضح ہے کہ قرآن میں ایک الف سے زیادہ مدّ اصلی ممنوع ہے۔

نیز احتمال ہے کہ اس زیادتی سے مداصلی میں وہ زیادتی مقصود ہو جس میں افحاش وافراط وغلو ہو، کہ کلمہ منہاج عربیت ہی سے خارج ہو جائے اور مد میں ایسی زیادتی قطعا ممتنع ہے، ﴿کما فی النشر/۱ص/۱۳۵ من غیر افحاش ولاخروج عن منهاج العربیة﴾ یعنی مد کی مقدار میں حد سے تجاوز وغلو نہ ہو کہ لفظ عربیت کے منہاج وطریق

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



سے ہی خارج ہو جائے، کہ اسکو بہت زیادہ کھینچ دیا جائے، یہ یقیناً ناجائز وغلط ہے۔

## ممانعت مد کے مستدلات کا جائزہ

یہاں مانعین کی طرف سے حضرات فقہاء کرام کی عبارات بھی بطور تائید پیش کی جاتی ہیں، ہم اس جگہ ان کو نقل کرتے ہیں تاکہ ان پر غور فکر ہو، اور معتدل راہ کی تعیین میں مدد مل سکے۔

﴿وفی السعایة ص/۱۴۸-ج/۲ تحت قول الماتن فاذا اراد الشروع کبر حاذفا المراد بالحذف الاسراع وترک المد کماذکره الشارح، وفی الحلیة اعلم ان المسنون حذف التکبیرسواء کان للافتتاح اوفی اثناء الصلوة، قالوالحدیث النخعی موقوفاعلیه ومرفوعا الاذان جزم والتکبیرجزم انتهی، وفی المقاصد الحسنة للسخاوی حدیث التکبیرجزم لااصل له فی المرفوع مع وقوعه فی کتاب الرافعی وانماهومن قول ابرهیم النخعیؒ حکاه الترمذی فی جامعه عنه عقیب حدیث حذف السلام سنة، ومن جهته رواه سعید بن منصور فی سننه بزیادة والقراءة جزم والاذان جزم وفی لفظ عنه کانوایجزمون التکبیراه.

واختلف فی لفظه ومعناه فجزم شیخ صاحب السعایة بعد اقامة النظر فی معان اُخر بان المراد بحذف السلام وجزم التکبیر. الاسراع. رجح صاحب السعایة هذا المعنی بروایات فقال وقد اسند الحاکم عن ابی عبد الله انه سئل عن حذف السلام فقال لایمد. (سعایہ ج/۲-ص/۱۴۸) ماتن کے قول" فاذا اراد الشروع کبر حاذفا" کی شرح میں یہ بات منقول ہے کہ حذف سے مراد جلدی کرنا اور مد نہ کرنا ہے، اور حلیہ میں ہے کہ مسنون طریقہ تو تکبیر کو بلا مد کہنے کا ہی ہے، چاہے وہ تکبیر تحریمہ ہو یا تکبیرات انتقالیہ، یہ حضرات امام نخعیؒ کے اثر حدیث "الاذان جزم والتکبیرجزم" کی وجہ سے اس بات کے قائل ہوئے ہیں جو ان سے موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح بیان کی گئی ہے، مگر علامہ سخاویؒ کی "المقاصد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الحسنة " میں ہے کہ"التکبیر جزم" والی حدیث کی مرفوعات میں کوئی اصل نہیں ہے، اگرچہ امام رافعیؒ کی کتاب میں وہ موجود ہے، وہ تو ابراہیم نخعی کا اثر ہے، جسے امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں حدیث "حذف السلام سنة" کے بعد ذکر کیا ہے، اور سعید بن جبیرؒ نے اپنی سنن میں ابراہیم نخعی ہی کے طریق سے اس روایت کو بیان کیا ہے، اور اس میں "والقراءت جزم والاذان جزم " کی زیادتی بھی ہے، اور ان سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ صحابہ اور تابعین اور بغیر مد کے تکبیر کہتے تھے۔

معلوم ہوا کہ اس حدیث کے الفاظ و معنی دونوں میں اختلاف ہے، اور صاحب سعایہؒ اس حدیث سے مراد لئے جانے والے تمام معانی میں بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ حذف السلام اور جزم التکبیر سے مراد مد نہ کرنا ہے، اور صاحب سعایہ نے اس معنی کو چند روایتوں کی بنیاد پر ترجیح دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ حاکمؒ نے ابو عبداللہؒ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے حذف سلام کی وضاحت کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مد نہیں کیا جائیگا۔

## تکبیرِ تحریمہ اور تکبیرِ اذان کے مابین فرق

مانعین مد کی طرف سے اپنے فکر کی تائید کے لئے پیش کی گئی عبارت بالا پر غور فرمائیں کہ جب نماز شروع کی جائے تو تکبیر حذف مد سے کہیں، ظاہر ہے کہ اولاً یہ تکبیر حاضرین کے لئے ہے، لہٰذا یہاں ایسے اعلان کی ضرورت نہیں جو اذان میں ہے، کیونکہ وہ غیر حاضر و غیر متوجہ لوگوں کے لئے ہے، جبکہ مقتدی یہاں تو سراپا توجہ و منتظر تکبیر ہوتا ہے۔

(۱) پھر اذان و تکبیر تحریمہ میں غور فرمائیں تو ایک فرق یہ بھی ہے کہ گو صوتی ابلاغ دونوں میں مطلوب ہے، تاہم اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈالنے کو بر بنائے حدیث مستحب کہا گیا ہے، تاکہ آواز مزید بلند ہو جبکہ تکبیر تحریمہ میں یہ بات نہیں، پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حیعلتین کے وقت دونوں جانب گھومنے کو کہا گیا ہے کہ ہر طرف کے لوگ اذان کی آواز سن سکیں، اور یہ دونوں چیزیں تکبیر میں نہیں۔

(۲) نیز یہ کوئی ایسا رکن بھی نہیں جس کے لئے کچھ وقت درکار ہو، لہٰذا مد کی کوئی ضرورت بھی نہیں، اسی لئے اس میں امتداد کسی بھی جماعت کو مطلوب نہیں ہے۔

(۳) پھر عبارت میں بوقت سلام بھی حذف یعنی ترک مد کو کہا گیا ہے، تو سلام بھی کوئی ایسا رکن نہیں جس میں تاخیر وامتداد مطلوب ہو، چنانچہ کسی جماعت کا سلام میں بھی مد کے لئے اصرار نہیں ہے، اور اگر کوئی کرتا ہے، یا سلام میں ورحمت اللہ کے مد عارض میں حد سے متجاوز مد کرتا ہے، تو اسکا یہ عمل خلاف اعتدال و بلاوجہ ہے، البتہ یہاں ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ لوگ سلام میں صرف ترک مد کی عبارت پیش کرتے ہیں، جبکہ آگے ترک مد کی ایک وجہ بھی فقہاء نے ذکر کی ہے، جس کو ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وقیل معناه اسراع الامام به لئلا یسبقه المأموم﴾ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام سلام میں لمبا مد کریگا، تو ممکن ہے کہ کوئی مقتدی امام سے سبقت کر جائے، اور دوسرے سلام کی طرف آزادانہ قبل از امام منتقل ہو جائے، (جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں) تو موقع سلام میں حذف مد کی اس تقریر و توجیہ پر غور فرمائیں کیا صرف ایک الف سے زائد دو تین الف مد کرنے ہی میں یہ قصہ پیش آجائیگا؟ نہیں، بلکہ مد عارض میں طول سے تجاوز پر ہی اس کے ہونے کا امکان ہے، پھر سلام سے متعلق عبارت سے اذان میں ترک مد پر استدلال صحیح ہوگا؟ کیا اذان میں لئلا یسبقه المأموم کی علت ہے؟ بلکہ فقہاء کرام نے تو اللہ اکبر میں با کے بعد مد کرتے ہوئے اکبار کی غلطی میں بھی تمیز کی ہے، کہ اگر یہ غلطی ابتداء صلوۃ میں تکبیر کہتے ہوئے کسی نے کی تو نماز ہی شروع نہ ہوگی، جبکہ یہی غلطی اگر مؤذن کرتا ہے تو گو یہ غلط ہے، مگر اذان کا اعادہ ضروری نہیں ہے، چنانچہ سعایہ ہی کی عبارت میں اس کو ملاحظ فرمائیں، ﴿وفي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



النهایة لوادخل المدبین الباء والراء فی لفظ اکبرعند افتتاح الصلوٰة لایصیر شارعافی الصلوة بخلاف مالو فعل المؤذن فی اذانه حیث لاتجب الاعادة وان کان خطاء لان امر الاذان اوسع کذافی الجامع الصغیر للامام المحجوبی﴾ اگر کسی نے نماز شروع کرتے ہوئے بجائے اللہ اکبر کے اللہ اکبار الف کے ساتھ کہا تو اس کی نماز ہی شروع نہ ہوگی اور تکبیر کا اعادہ واجب ہے، جبکہ اگر یہی غلطی مؤذن نے اذان میں کی تو گو غلط ہے مگر واجب الاعادہ نہیں ہے اس لئے کہ اذان میں توسع ہے جیسا کے امام محبوبی کی جامع الصغیر میں ہے۔

معلوم ہوا کہ اذان میں توسع ہے، لہذا تکبیرات صلوٰۃ پر اذان کو پورے طور پر قیاس کرنا مزاج فقہاء کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے، پھر بالخصوص تکبیر تحریمہ پر۔

نیز اذان میں ترک مد پر بطور استدلال جو عبارات پیش کی گئی ہیں ان میں اکثر وہی ہیں، جو نماز کی تکبیر تحریمہ کے موقع پر لفظ اللہ کے مد سے متعلق ہے، اور ان عبارات کو کلمات اذان میں ترک مد کے لئے بطور استدلال پیش کیا ہے۔

چنانچہ اذان کے لفظ اللہ میں مد کے غیر صحیح ہونے کے لئے بطور دلیل مزید ایک عبارت طحطاوی علی مراقی الفلاح سے یہ پیش کی جاتی ہے، ﴿وفی حاشیه الطحطاوی علی المراقی فی صفة الصلوة وان کان المد فی وسطه ای فی اللام الثانية من الجلالة فهوصواب، الا انه لایبالغ فیه، فان بالغ زیادة علی الطبیعی وهوقدر حرکتین کره، ولا تفسدعلی المختار کمافی ابن امیرالحاج وفی السراج انه خلاف الاولی اه. فالکراهةللتنزیه. ص/ ۱۵۲﴾ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے کہ اگر لفظ اللہ کے دوسرے لام کے بعد والے الف میں مد کیا تو یہ صحیح ہے لیکن مد میں مبالغہ اور غلو نہ ہونا چاہئے، اور اگر کسی نے مد طبعی سے زیادہ مد کیا تو یہ مکروہ ہے، اور مختار قول کے بموجب مفسد صلاۃ نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے نیز اس طرح کی بیشتر عبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے بیشتر جگہ نماز کے لفظ اللہ کا حکم اذان کے لفظ اللہ پر چسپاں کیا ہے، جسکا قیاس مع الفارق ہونا ماقبل میں واضح ہو چکا ہے، نیز اس پر صاحب سعایۃ کی عبارت بھی پہلے گزر چکی ہے۔

## قراءت کا ایک باریک نکتہ

یہاں قراءت کا یہ باریک نکتہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ ایک الف کے مقدار بھی احوالِ قراءت کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے چنانچہ ترتیل کا ایک الف حدر کے ایک الف سے طویل ہوگا، تو حدر کا ایک الف ترتیل سے مختصر ہوگا چنانچہ جامعہ بغداد کے مشہور ترین استاد غانم قدوری اپنی کتاب " الدراسات الصوتية عند علماء التجويد " میں لکھتے ہیں " ولاينكران الاخذ بالترتيل اتم مداً وتحريكاً واسكاناً من الاخذبالحدر " (ص/۵۶۱)

معلوم ہوا کہ جس طمانیت کے ساتھ امتداد اور مد ترتیل میں ہوتا ہے اتنا طویل امتداد حدر میں نہیں ہوتا جیسا کہ شیخ حسینی شیخ عثمان اپنی تصنیف حق التلاوۃ میں تحریر فرماتے ہیں، ولما كانت مراتب التلاوة الثلاث: التحقيق، والتدوير، والحدر، والتي يعمها لفظ الترتيل تتفاوت في سرعة اداء التلاوة وبطئه. (ص/۱۵۶)

لہٰذا گو حروفِ مدہ کی مقدار یوں تو ایک الف ہے مگر ترتیل کا ایک الف طویل ہوتا ہے بنسبت حدر کے، اور جب حقیقت یہ ہے تو اب سمجھنا چاہئے اذان باعتبارِ رفتار کے اقامت اور تکبیرِ تحریمہ سے کم ہے اور سست رفتاری کا ایک الف تیز رفتاری کے ایک الف سے طویل ہوتا ہے۔

لیکن یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بایں ہمہ آزادانہ اور حدِ سانس تک مد کرنا یہ کہیں ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی جواز ہے لہٰذا یہ تو بہر حال قابلِ اصلاح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## تکبیرات انتقالات میں مد

چونکہ اذان کی طرح نماز کی تکبیرات کا مسئلہ بھی موضوع بحث بنا ہوا ہے، لہذا اس سے متعلق ضروری وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

**التکبیر جزم:** بعض حضرات نے التکبیر جزم سے تکبیرات انتقالات میں مطلقاً مد نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اور بطور تائید حلیہ کی یہ عبارت پیش فرمائی ہے،

"وفی الحلیة اعلم ان المسنون حذف التکبیر سواء کان للافتتاح او فی اثناء الصلاۃ قالوا لحدیث النخعی موقوفاعلیہ اومرفوعاً الاذان جزم والتکبیر جزم۔

حالانکہ اولاً اس جملہ کے غیر مرفوع ہونے پر جملہ محدثین کا اتفاق ہے، جس پر علامہ سخاویؒ نے المقاصد الحسنۃ میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے، جو درج ذیل ہے۔

"التکبیر جزم: لااصل لہ فی المرفوع مع وقوعہ فی الرافعی وانما ھومن قول ابراھیم النخعی حکاہ الترمذیؒ فی جامعہ عنہ عقب حدیث (حذف السلام سنۃ) فقال مانصہ: وروی عن ابراھیم النخعی انہ قال: التکبیر جزم، والتسلیم جزم، ومن جھتہ رواہ سعیدابن منصورفی سننہ بزیادۃ والقراءۃ جزم، والاذان جزم، وفی لفظ عنہ کانوا یجزمون التکبیر واختلف فی لفظہ ومعناہ: فقال الھروی فی الغریبین: عوام الناس یضمون الراء من اللہ اکبر، وقال ابوالعباس المبرد: اللہ اکبر اللہ اکبر، ویحتج بان الاذان سمع موقوفاً غیرمعرب فی مقاطعہ، وکذاقال ابن الاثیر فی النھایۃ معناہ: ان التکبیر والسلام لایمدان: ولایعرب التکبیر، بل یسکن آخرہ، وتبعہ المحب الطبری، وھومقتضی کلام الرافعی فی الاستدلال بہ علی ان التکبیرجزم لایمد، وعلیہ مشی الزرکشی، وان کان اصلہ الرفع بالخبریۃ، ویمکن الاستشھادلہ بمااخرجہ الطیالسی فی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مسنده من طریق ابن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیه قال: صلیت خلف النبی ﷺ فکان لایتم التکبیر، لکن قدخالفهم شیخی فقال وفیماقالوا نظر: لان استعمال لفظ الجزم فی مقابل الاعراب اصطلاح حادث لاهل العربیة، فکیف یحمل علیه الالفاظ النبویة یعنی علی تقدیرالثبوت، وجزم بان المرادبحذف السلام وجزم التکبیر الاسراع به، وقداَسْنَدَالحاکم عن ابی عبد اللہ البوشنجی انه سئل عن حذف السلام فقال: لایمدو کذا اسنده الترمذی فی جامعه عن ابن المبارک انه قال لایمده مدا. قال الترمذی وهوالذی استحسنه اهل العلم.

وقال الغزالی فی الاِحیاء: ویحذف السلام، ولایمده مدا، فهو السنة وکذا قال جماعة من العلماء: انه یستحب ان یدرج لفظ السلام ولایمده مدا وانه لیس برفع الصوت، فرفع الصوت غیرالمد، وقیل معناه اسراع الامام به لئلایسبقه المأموم. (المقاصد الحسنة ص/۱۹۳، حدیث/۳۴۵)

(التکبیر جزم) ترجمہ: اس حدیث کی احادیث مرفوعہ میں کوئی اصل نہیں ہے، اگرچہ یہ امام رافعی کی الشرح الکبیر میں مذکور ہے، بلکہ یہ تو ابراہیم نخعیؒ کا اثر ہے، جسے امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں (۶۶/۱) حذف السلام سنة والی حدیث کے بعد ان سے نقل کیا ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ”ابراہیم نخعی سے روایت کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں، التکبیر جزم والتسلیم جزم۔

اور سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں ابراہیم نخعی ہی کے طریق سے اس حدیث کو "والقراءة جزم والاذان جزم" کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے، اور ان سے مروی الفاظ میں یہ بھی ہے ” کانوا یجزمون التکبیر“ .

نیز اس حدیث کے الفاظ ومعانی دونوں میں اضطراب ہے، چنانچہ علامہ ہرویؒ ”الغریبین“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عوام الناس اللہ اکبر کی راء کو ضمہ کے ساتھ پڑھتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہیں (یعنی اللہ اکبرُ)، اور ابوالعباس المبردؒ کہتے ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر (یعنی بسکون الراء) اور وہ اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ اذان حرف آخر پر وقف کی صورت میں مسموع ہے، یعنی حرف موقوف علیہ پر اعراب ظاہر نہیں کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح ابن الاثیر جزریؒ "النھایۃ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے "تکبیر وسلام میں مد نہیں کیا جائے گا، اور تکبیر میں اعراب ظاہر نہیں ہوں گے، اور حرف موقوف علیہ ساکن کر کے پڑھا جائے گا، اور المحب الطبری نے بھی ابن الاثیر کا اتباع کیا ہے، اور امام رافعی اس حدیث سے تکبیر میں عدم مد پر جو استدلال کرتے ہیں اس کا مقتضی بھی یہی ہے، اور امام زرکشیؒ نے بھی یہی معنی اختیار فرمائے ہیں، اگر چہ تکبیر (میں موجود لفظ اکبر) کی اصل رفع بر بناء خبریت ہے (لیکن اس کو مجزوم یعنی ساکن پڑھا جاتا ہے) اور اس پر استشہاد اس روایت سے ہوسکتا ہے، جس کی تخریج امام ابوداؤد طیالسیؒ نے اپنی سند میں ابن عبدالرحمن بن ابزی کے طریق سے کی ہے، وہ اپنے والد عبدالرحمن سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ ﷺ تکبیرات میں اتمام نہیں فرماتے تھے، (یعنی اسکو مجزوم پڑھتے تھے)۔

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں: لیکن میرے شیخ (ابن حجر عسقلانیؒ) نے ان حضرات کی مخالفت کی ہے، چنانچہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان حضرات کی رائے محل نظر ہے، اس لئے کہ اعراب کے مقابلہ میں لفظ جزم کا استعمال اہل عربیت کی ایک جدید اصطلاح ہے، لہٰذا اگر اس حدیث کو ثابت تسلیم کرلیا جائے جب بھی اس اصطلاح جدید پر اللہ کے رسول ﷺ کے قول کو کیسے محمول کیا جاسکتا ہے، اور ابن حجرؒ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ حذف السلام اور جزم التکبیر سے مراد صرف اور صرف تکبیر کی ادائیگی میں عجلت کرنا ہی ہے۔

اور حاکم نے ابوعبداللہ البوشنجیؒ سے بسند متصل نقل کیا ہے کہ ان سے حذف السلام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معنی پوچھے گئے تو انہوں فرمایا کہ حذف السلام کے معنی ترک مد ہے، اور اسی طرح امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں عبداللہ بن المبارک سے مسنداً نقل کیا ہے کہ حذف السلام کے معنی ترک مد ہے، اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہی معنی اہل علم کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اور امام غزالیؒ "الاحیاء" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ یہی ہے کہ امام سلام کو حذف کرے گا اور اس میں مد نہ کرے گا، اور اس طرح علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ امام کو چاہئے کہ لفظ سلام کو لپیٹ کر ادا کرے اور اس میں مد نہ کرے، اور تکبیر بلند آواز سے نہ کہے، اور رفع صوت، ترک مد کے علاوہ امر آخر ہے، نیز اس کے معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ امام سلام کو جلدی اور سرعت سے ادا کرے، تاکہ مقتدی سلام پھیرنے میں اس سے سبقت نہ کرنے پائے۔

دراصل امام ترمذیؒ نے ترجمۃ الباب "باب ماجاء ان حذف السلام سنة" قائم فرمایا ہے اور مرادِ حذف علی بن حجر اور ابن مبارک کے حوالے سے لاتمده مدا بیان فرمائی ہے، اور اسی کو "وهو الذی یستحبه اهل العلم" فرمایا ہے، پھر ابراہیم نخعی کا اثر موقوف "التكبير جزم والسلام جزم" نقل فرمایا ہے، (۱) جس سے معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ تو حذف السلام کا ہے جس پر علامہ سخاویؒ کی بحث ابھی ماقبل میں گذری ہے، جس سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ اولاً تو التكبير جزم حدیث مرفوع نہیں ہے، صرف نخعی کا اثر موقوف ہے، (۲) پھر اس کے متن میں اضطراب ہے کہیں سلام کے ساتھ تکبیر اور کہیں تکبیر اور سلام کے ساتھ القرأة جزم بھی وارد ہوا ہے اور کہیں الاذان جزم بھی وارد ہوا ہے، پھر جزم کے معنی میں بھی کوئی کم اختلاف نہیں ہے، کسی نے جزم سے مراد سکون، تو کسی نے اسراع، تو کسی نے ترک مد، تو کسی نے عدد تکبیرات کا عدم اتمام مراد لیا ہے، جب ایک روایت میں سنداً متناً ومعناً اس قدر اضطراب ہو تو اس سے صرف ایک معنی مراد لے کر استدلال کرنا کیسے صحیح ہوگا؟ جبکہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معارض دیگر معانی مختلفہ موجود ہیں، یہ ترجیح بلا مرجح نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر یہ گفتگو اس وقت ہے جبکہ اس کو لم از لم نخعی کا اثر موقوف مان لیا جائے۔

## ابن القطانؒ کی رائے

اور اگر دو قدم آگے ابن القطان کا فیصلہ اس باب میں دیکھا جائے تو کسی صورت میں یہ روایت قابل استدلال نہیں رہتی جیسا کہ شارح جامع الصغیر للسیوطیؒ علامہ مناویؒ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں "قال ابن القطان وھولایصح مرفوعا ولاموقوفا کماذکرہ ابوداؤد وقال ابن القطان لامعرج علی مارفع ولاماوقف ولوصححہ الترمذی وغیرہ (ص/۳۷۸۔ ج/۳) ابن القطان نے فرمایا کہ یہ حدیث نہ مرفوعاً صحیح ہے نہ موقوفاً جیسا کہ ابوداؤد نے ذکر کیا اور ابن القطان فرماتے ہیں کہ اس کا مرفوع اور موقوف ہونا قابل اعتماد نہیں ہے، اگرچہ ترمذی وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

مانعین کی جانب سے بطور استدلال وہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جو ابوداؤد الطیالسی نے اپنی مسند میں ذکر فرمائی ہے عن ابن عبدالرحمن ابن ابزی عن ابیہ انہ قال صلیت خلف النبی ﷺ فلم یتم التکبیر، اس طور پر کہ اس حدیث کے بیان کئے جانے والے من جملہ معانی کے ایک معنیٰ لم یمدہ بھی ہے، فتح الباری (ج/۲۔ ص/۲۶۹۔ ح/۷۸۴) تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے خود اپنی تاریخ میں ابوداؤد الطیالسی ہی سے اس حدیث کے بطلان کی صراحت فرمائی ہے، چنانچہ فتح الباری شرح البخاری میں مرقوم ہے، "وقدنقل البخاری فی التاریخ عن ابی داؤدالطیالسی انہ قال ھذا عندنا باطل"۔

علامہ قسطلانیؒ نے بھی انہی الفاظ میں حدیث کے بطلان کو نقل فرمایا یعنی محدثین کرام کے یہاں اس کا حدیث ہونا ہی قابل قبول نہیں ہے، لہذا اس سے استدلال ہی کہاں جائز ہے؟ اور جب ائمہ جرح وتعدیل "لایصح مرفوعاً ولاموقوفاً" کہہ کر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے مطلق روایت ہونے ہی سے انکار فرمارہے ہیں تو اس سے استدلال ہی کہاں جائز ہے؟ یا اگر ایسی ہی روایت کا سہارا لیتے ہوئے ترک مد پر استدلال کرتے ہیں، تو اس سے مراد تکبیر تحریمہ ہے جس میں ہم بھی ترک مد کے قائل ہیں۔

جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے فاذاارادالشروع کبر حاذفا ... المرادبالحذف ان لایأتی بالمدفی همزة الله ولافی باء اکبر (سعایہ ص/۱۵۰۔ج/۲)

عبارت بالا میں غور کرنے سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اس کا تعلق تکبیر تحریمہ سے ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ مد کی ممانعت ہمزۂ اللہ اور اکبر کی باء میں ہے، جبکہ رکوع وسجود کی تکبیرات کو آگے بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، "ثم یکبرللرکوع خافضا" اور اس کی کیفیت میں اقوال مختلفہ ذکر کرتے ہوئے صاحب سعایہ نے منیہ کے حوالے سے لکھا ہے، "وفی المنیة ینبغی ان یکون ابتداء التکبیر عنداول الخرور وانتهائه عندالاستواء وهواصح الاقوال انتهٰی (سعایۃ ص/۱۷۷/۱۷۸۔ج/۲)

توکبیری میں ہے، وینبغی ان یکون ابتداءٔ تکبیره عنداول الخرور والفراغ منه عندالاستواء راکعاًوقال بعض المشائخ یکبرقائما ثم یرکع وکذاذکره فی المحیط مستدلاً بقول محمدؒ اذاارادان یرکع یکبر پھر تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں، والقول الاول وهوالمقارنة اصح الاقوال کذا قال الطحطاوی ۳۰۷۔

ترجمہ: اور منیۃ میں ہے: ضروری ہے کہ تکبیر کی ابتداء اولِ خرور کے وقت اور اس کی انتہاء بوقت استواء ہو اور یہ اصح الاقوال ہے، اہ سعایۃ، اور کبیری میں ہے: اور ضروری ہے کہ اس کی تکبیر کی ابتداء جھکنے کی ابتداء سے ہو، اور اس سے فراغت رکوع میں پورے طور پر پہونچ جانے کے بعد ہو، اور بعض مشائخ نے کہا قیاماً تکبیر کہے پھر رکوع کرے اور اسی طرح محیط میں مذکور ہے، اور امام محمدؒ کے قول اذاارادان یرکع یکبر سے استدلال کیا ہے، پھر تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں اور قولِ اول یعنی تکبیر اور رکوع کا ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ساتھ ہونا اصح الاقوال ہے، اسی طرح طحطاوی نے کہا معلوم ہوا کہ رکوع کی تکبیر کو قیام سے رکوع کی طرف خرور کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک طویل اور جاری رہنا چاہئے۔

لہذا صرف تکبیر تحریمہ کے ترک مد سے ساری تکبیرات انتقالات میں ترک مد پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، جبکہ علماء کی ایک بڑی جماعت رکوع وسجود کی تکبیرات میں مدطبعی سے زیادہ مد کی قائل ہے، چنانچہ لامع الدراری میں امام بخاریؒ کے "باب اتمام التکبیرفی الرکوع" کی شرح میں ہے، الظرف امامتعلق بالاتمام او بالتکبیر وایاماً کان فالغرض منه ان لا یحذف التکبیر حذفا بل یأتی به کما هو بالمدوالشد واداء الحروف من مخارجها ومن المعلوم ان الشروع فی التکبیر یکون قبل الاخذ فیه ولذالک سمیت تکبیرات الانتقالات لکونها فیهافلما کان شروعه متصلاً بشروعه فی الانتقال غیرمتراخ عنه لزم ان یأتیه کماهو بتصحیح الحروف والمد وغیره والالزم انقضائه قبل استوائه راکعا مع ان المأمور التکبیر حین یصدق علیه کلمة رفع ووضع فافهم وبالله التوفیق (لامع الدراری ص/۳۱۴، ۳۱۵ ج/۴)۔

ترجمہ: باب اتمام التکبیر فی الرکوع میں "فی الرکوع" یا تو الاتمام سے متعلق ہے یا تو التکبیر سے، بہردوصورت اس سے غرض یہ ہے کہ تکبیر کو بالکلیہ حذف نہ کردیا جائے، بلکہ اس میں مد کرکے اور جملہ حروف کو اس کے مخارج سے ادا کرکے کہا جائے، تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں کہ یہ امر مخفی نہیں ہے کہ تکبیر کی ابتداء رکوع شروع کرنے کے وقت ہی سے ہوگی، اور یہ تکبیرات دوران انتقال کہی جاتی ہے، اسی لئے تکبیرات انتقالات سے موسوم ہیں، لہذا جب تکبیر انتقال کی ابتداء بلاکسی تاخیر کے رکوع کی جانب انتقال کرنے کے ساتھ ہی ہوگی تو اس کو کما حقہ مع مخارج ومدوغیرہ کے ادا کرنا ضروری ہوگا، ورنہ مکمل رکوع میں پہونچنے سے پہلے ہی اسے ختم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنا لازم آئے گا، حالانکہ تکبیر کہنے کا حکم اس کیفیت کے وقت جس کیفیت پر لفظ وضع ورفع کا اطلاق ہوسکتا ہو، خوب سمجھ لو، اللہ توفیق بخشنے والا ہے۔ (لامع الدراری ج ۴ ۔ ص ۳۱۴، ۳۱۵)

قیام سے رکوع میں جانے کی تکبیر سے متعلق حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ رکوع میں پہونچنے پر ہی تمام اور ختم ہونی چاہئے، جس کی صورت لامع الدراری شرح بخاری میں یوں بیان فرمائی ہے کہ تکبیر کے کلمات کو ابتداء سے کہا جائے اور حروف کی صحت کا بھی خیال ہونا چاہئے، ظاہر ہے کہ قیام سے رکوع تک پہونچنے کے لئے جتنا وقت لگتا ہے اور جو تھوڑی تاخیر ہوتی ہے تکبیر کو اتنا طول دینا ہوگا اور یہ تاخیر وطول بذریعہ مد ہی ممکن ہے۔

## تکبیراتِ انتقال میں مد سے متعلق حضرت گنگوہیؒ اور دیگر اکابر کی تحقیق

ورنہ جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مد نہ کیا گیا تو رکوع میں پورے طور پر پہونچنے سے قبل ہی تکبیر ختم ہوجائے گی، جبکہ اس کا تو نام ہی تھا تکبیرِ انتقال، اور یہ مد لفظ اللہ کے سوا ہو نہیں سکتا، ورنہ مطلوبہ تاخیر کے لئے آللہ کے ہمزہ کی حرکت یا تشدید یا اکبار کی باء میں مد کرنا ہوگا، اور مذکورہ تینوں مواقع میں مد کرنا جائز نہیں ہے، بالخصوص موقع اول وثالث میں مد کرنا مفسد لفظ ہوکر مفسد معنیٰ بھی ہے، چنانچہ مرادِ حضرت گنگوہی کی شرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ بحوالہ کرمانیؒ یوں بیان فرماتے ہیں، وقال الكرماني: " فان قلت الترجمة تامة بدون لفظ الاتمام بان يقول باب التكبير فى الركوع فلا فائدة فيه بل هو محال لان حقيقة التكبير لاتزيد ولاتنقص قلت المراد ان يمد التكبير الذى هو للانتقال من القيام الى الركوع بحيث يتمه فى الركوع بان يقع راء اكبر فيه " علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں: اگر آپ یہ سوال کریں کہ امام بخاریؒ نے باب "اتمام التكبير فى الركوع" میں لفظ اتمام کا اضافہ فرمایا، جبکہ اس کے بغیر بھی ترجمۃ الباب قائم اور مفہوم ادا ہوجاتا ہے، لہذا لفظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اتمام کے اضافے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے کہ تکبیر کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی، تو میں کہوں گا کہ لفظ اتمام سے مراد یہ ہے کہ تکبیر جو کہ قیام سے رکوع کی طرف انتقال کے لئے ہے، اس کو دراز اور مد کر کے اس طور پر کہنا چاہئے کہ "اکبر" کی راء رکوع میں پہونچ کر ختم ہو لہذا تکبیر کے اتمام کی صورت یہ ہے کہ تکبیر بالمد اس طرح کہے کہ وہ رکوع میں پہونچنے ہی پر تمام ہو اور راء کی آواز وہیں ختم ہو، تھوڑا آگے چل کر آپ فرماتے ہیں" هو الذی تقدم فی کلام الحافظ مجملا و الکرمانی والعینی مفصلًا و تبعهم القسطلانی اذقال مده من الانتقال من القیام الی الرکوع حتی یقع راء ه ای راء لفظ الله اکبر فیه" (لامع الدراری-ص۳۱۴-ج۴) معلوم ہوا کہ علامہ کرمانی، عینی اور قسطلانی پھر حضرت گنگوہی، حضرت مولانا یحییٰ، حضرت مولانا محمد زکریا رحمهم الله تعالی یہ سارے مشائخ تکبیر میں مد کے قائل ہیں، پھر یہ کہ جب ان مشائخ نے قیام سے رکوع کی تکبیر میں مد کو فرمایا ہے تو قومہ سے سجدہ اور سجدہ سے قیام کا انتقال تو اور طویل ہے، لہذا ان میں تو بدرجۂ اولیٰ مد کرنا ہوگا۔

یہاں ایک بات یہ بھی یاد رہے کہ مانعین مد "اتمام التکبیر" کی شرح میں حضرت گنگوہیؒ وغیرہ مشائخ کی عبارت "بالمدو الشد" سے متعلق کہتے ہیں کہ اس سے مراد مدو امتداد نہیں بلکہ ترتیل وتبیین یعنی حروف تکبیر کو صاف صاف واضح انداز میں کہنا ہے کہ اس طرح کہنے سے مطلوبہ تاخیر حاصل ہو جائے گی، لیکن یہ بات حلق سے یوں نہیں اترتی یا ضمیر یوں قبول نہیں کرتا کہ اگر یہی بات تھی تو کیا یہ مشائخ ترتیل وتبیین کے لفظ سے خود شرح نہیں فرما سکتے تھے، جبکہ ایسا نہ حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں ہے اور نہ بعد میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے اس طرح شرح فرمائی ہے، بلکہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ مد نہ کرنے سے یہ تکبیرات اسم بامسمیٰ نہ رہیں گی، اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اکبر کی راء رکوع میں جا کر ہی ادا ہو، نیز ان حضرات کا یہ فرمانا کہ اگر مد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہ کیا گیا تو انتقال کے ختم سے پہلے ہی تکبیر ختم ہو جائے گی، یہ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد تبیین نہیں ہے، بلکہ اصطلاحی مد ہی ہے۔

نیز قارئین کرام غیر جانبدارانہ غور فرمائیں کہ قومہ سے سجدہ اور سجدہ سے قیام تک کا مکمل انتقال اللہ اکبر میں بلا مد کئے ہوئے صرف حرفوں کی تبیین سے ہو جائے گا؟ لہذا "بالمد و الشد" کی تشریح تبیین و ترتیل سے کرنا دل کو نہیں لگتا، ہاں! تکبیر تحریمہ اور سلام جیسے مختصر انتقال میں مد کرنا بلا ضرورت ہے، جو قابل اصلاح ہے اور طویل انتقالات میں ضرورت سے زیادہ یعنی انتقال کے مکمل ہو جانے کے بعد بھی تکبیر کے مد کو کرتے رہنا بھی بے معنی ہے۔

پھر عمدۃ الفقہ حصہ دوم میں ہے "قراءت سے فارغ ہو کر رکوع کرے اس طرح پر کہ کھڑا ہوا، اللہ اکبر شروع کرے اور کہتے ہوئے جھکتا جائے، پس تکبیر کی ابتداء جھکنے کی ابتداء کے ساتھ ہو اور فراغت اس وقت ہو جب پورا رکوع میں چلا جائے اور اس مسافت کو پورا کرنے کے لئے اللہ کے لام کو بڑھائے، اکبر کی راء وغیرہ کسی حرف کو نہ بڑھائے" (ص/۱۰۸، ج/۲) تو سجدہ کے انتقال سے متعلق فرماتے ہیں "پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے (اللہ اکبر) جھکنے میں کہے اور سجدہ میں پہونچنے تک ختم کرلے" (ص/۱۱۰، ج/۲)۔

دیکھئے! عمدۃ الفقہ کی عبارت بالا میں دونوں تکبیر کو بالمد کہا گیا ہے تو حافظ ابن الحجر الهيثمي المكي الشافعي "تحفة المحتاج شرح المنهاج" میں فرماتے ہیں "فاذا حاذیٰ كفاه منكبيه انحنى ماداالتكبيرالي استقراره في الركوع لئلايخلوا جزء من صلاته عن ذكر وكذافي سائرانتقالات حتى في جلسة الاستراحة فيمده على الالف التي بين الام والهاء" لكن بحيث لايتجاوزسبع الفات لانتهاء غاية هذاالمد پھر جب نمازی اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں کندھوں کی محاذات میں

www.KitaboSunnat.com



کرلے تو تکبیر میں مد کرتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں مکمل پہنچ جانے تک یہ امتداد باقی رکھے، تاکہ اس کی نماز کا کوئی حصہ ذکر الٰہی سے خالی نہ رہے، اور دوسری تمام تکبیرات انتقالیہ یہاں تک کہ جلسۂ استراحت کا بھی یہی حکم ہے، چنانچہ وہ اس الف میں مد کرے گا جو لام وہاء کے درمیان ہے، لیکن خیال رہے کہ یہ مد سات الف سے زیادہ نہ ہو، اس لئے کہ سات الف کی مقدار ہی اس مد کی آخری حد ہے۔

ابن حجر ہیثمیؒ کی عبارت بالا سے ایک تو تکبیرات انتقال میں مد اور وہ بھی بوقت ضرورت سات الف تک کا جواز معلوم ہوتا ہے، جس پر مزید گفتگو بعد میں کریں گے، تو دوسری طرف نماز کے کسی رکن کا ذکر سے خالی نہ ہونا نہ صرف موصوف ہی کی عبارت میں بلکہ تقریباً سب نے اس کو لکھا ہے، چنانچہ نور الایضاح کے حاشیہ میں ہے "فلا تخلو حالة من حالات الصلاة عن ذكر" (ص۴۷/۲) حق التلاوۃ کے حاشیہ میں ہے "ورد عن بعض الشافعية جواز مد الف الجلالة في تكبيرات الانتقال مدا فرعيا بوزن الوقت الذي يقتضيه لكنهم منعوا مدها في تكبيرها الاحرام. (ص۱۱/۳)

ترجمہ: بعض شوافع سے تکبیرات انتقال کے اسم جلالہ یعنی لفظ اللہ میں ایک الف سے زائد طوالت اور رکن کے تقاضے کے بقدر مد منقول ہے، لیکن ان حضرات نے مد کی اس زیادتی کو تکبیر تحریمہ میں منع کیا ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ جب پورے رکن کا ذکر سے مملوء ہونا سب نے لکھا ہے تو اب اگر طویل انتقال مثلاً سجدہ سے قیام یا قعدۂ اولیٰ سے قیام کی تکبیر بلا مد کے صرف ترتیل وتبیین حروف سے کہی جاوے تو ظاہر ہے کہ وہ پورے رکن وانتقال کے لئے کبھی کافی نہ ہوگی، یا اتنی مختصر تکبیر سے اس قدر سریع انتقال سوائے چست وقوی نوجوانوں کے کسی کے لئے ممکن نہ ہوگا، جس کے نتیجہ میں ضعیف ونحیف اور عمر رسیدہ افراد کے انتقالات کا بیشتر حصہ ذکر سے خالی رہے گا، اور بالفرض ایسا ہی شخص امام ہوا تو اتنی مختصر تکبیر یا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سجدہ میں جا کر کہے گا یا کھڑے کھڑے کہہ دے گا، اور دونوں صورتوں میں انتقال کا بیشتر حصہ ذکر سے خالی رہے گا، اور ضعیف امام نے قومہ ہی میں مختصر تکبیر کہنی شروع کی جو سجدہ میں پہونچنے سے کافی پہلے ختم ہو جائے گی تو اس صورت میں جوان مقتدیین کی امام پر تقدیم لازم آئے گی، یعنی وہ سجدہ میں امام سے پہلے پہونچ جائیں گے، معلوم ہوا کہ تکبیرات بھی حسب ضرورت مد کی مقتضی ہیں، لھذا اولاً تکبیرات میں مد کی ممانعت کوئی متفق علیہ نہیں ہے، اور اگر ممانعت کی کوئی رائے ہے بھی تو وہ تکبیر تحریمہ میں ہے نہ کہ دیگر تکبیرات میں بھی، لھذا اولاً اس طرح کی عبارات پر اذان کو قیاس کرنا اور اس پر استدلال شرائط قیاس واستدلال کے خلاف ہے، پھر جب تکبیرات میں بھی ہمارے اکابر کی رائے مد کی ہے تو اس سے یکسر بے اعتنائی کیوں؟

اسی طرح ان حضرات نے اس مسئلہ پر طحطاوی علی مراقی الفلاح کی مندرجہ ذیل عبارت سے استدلال فرمایا ہے "وان کان (المد) فی وسطه فهو الصواب الا انه لایبالغ فیه فان بالغ زیادة علی مده الطبعي وهو قدر حرکتین کره ولاتفسد علی المختار کما فی ابن امیرالحاج وفی السراج انه خلاف الاولٰی فالکراهة للتنزیه" (ص/۱۵۲) اس کا ترجمہ ماقبل میں گذر چکا ہے۔

اور شرح نقایہ میں باب صفۃ الصلاۃ میں ہے "واما مدالالف فی آخرالجلالة فلایضر للصلاة الا انه لایجوز زیادة علی قدرالف فی الوصل وعلی ثلاث الفات فی الوقف" (ص/۱۵۷) یعنی لفظ اللہ کے الف مدہ میں ایک الف سے زیادہ مد کرنا نماز کے لئے مضر نہ ہوگا، لیکن وصلاً ایک الف سے زیادہ اور وقفاً تین الف سے زیادہ مد کرنا جائز نہیں ہے۔

مذکورہ دونوں عبارات سے نماز کی تکبیر میں مد کی ممانعت واضح ہو رہی ہے، تاہم یہاں ایک بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ دونوں عبارات تکبیر تحریمہ سے متعلق ہیں اور اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مد کرنے پر کسی کو اصرار نہیں، نیز شرح نقایہ کی عبارت پر غور کرنے سے یہ بات بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ موصوف بحالت وقف تین الف سے زائد مد کو لا یجوز کہہ رہیں، تو کیا یہ مدعارض نہیں ہے؟ اور مدعارض کا طول پانچ الف تک نہیں ہوتا؟

جس کے لئے سمجھنا چاہئے کہ قراء کرام میں بھی مد کے باب میں دونوں طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں، ایک تو وہ جن کے یہاں مدکم سے کم ہوتا ہے، چنانچہ ان کے یہاں طول کی آخری مقدار تین الف ہے، تو دوسرا بڑا گروہ وہ ہے جن کے یہاں مد کے باب میں اس قدر تنگی نہیں ہے، بلکہ طول پانچ الف تک ہوتا ہے، اس لئے تین الف سے زیادہ مد کو علی الاطلاق لا یجوز کہنا قابل قبول نہیں، پھر بالخصوص یہ بحث جب اذان جیسے توسع رکھنے والے جزو سے متعلق ہے، تو اس میں طول کے باب کا وہی قول موزوں معلوم ہوتا ہے جس میں توسع ہو، نیز تکبیر سے متعلق صاحب عبارت کی اس عبارت سے موصوف کا اس زمرے میں ہونا معلوم ہوتا ہے جو مقدار طول میں توسع کا حامی نہیں ہے، ایسے اذہان کی عبارت اولاً سب کے لئے اور بالخصوص اذان کے باب میں علی الاطلاق پیش کرنا محل نظر ہے، جبکہ دوسری طرف ایسی عبارات بھی ہیں جو مد کی تائید کرتی ہیں۔

## تکبیرات سے متعلق علامہ نوویؒ کی رائے

چنانچہ امام نوویؒ شرح المھذب میں فرماتے ہیں: اماتکبیرات الانتقال کالرکوع والسجود ففیھا قولان القدیم یستحب ان لایمدھا، والجدید الصحیح مدھا الی ان یصل الی الرکن المنتقل الیہ حتی لایخلوا جزؤ من صلاتہ من ذکر. (ج۳-ص۲۶۰)

وقال فی بحث الرکوع ویمد التکبیر الی ان یصل الی حد الراکعین ھذا ھوالمذھب ونص علیہ فی الام وقطع بہ العراقیون وغیرھم وحکی جماعۃ من الخراسانیین قولین: احدھما ھذا وھوالجدید والثانی وھوالقدیم لایمد التکبیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بل يسرع به قالوا والقولان جاريان في تكبيرات الانتقال وهل تحذف ام تمد حتى يصل الى الذكر الذى بعدها الصحيح المد.

ترجمہ: امام نوویؒ شرح مھذب میں فرماتے ہیں کہ رہی تکبیراتِ انتقال جیسے رکوع وسجود کی تو اس میں دو قول ہیں (۱) قدیم قول یہ ہے کہ مدنہ کرنا مستحب ہے۔ (۲) اور قول جدید وصحیح یہ ہے کہ دوسرے رکن تک پہونچ جائیں یہاں تک مدکرنا چاہئے، یہاں تک کہ نماز کا کوئی جزء ذکر سے خالی نہ رہنے پائے، اور رکوع کی بحث میں فرماتے ہیں کہ تکبیر میں اتنا مدکرنا چاہئے کہ حدرکوع تک پہونچ جائے، یہی مذہب ہے اور امام شافعیؒ نے ''کتاب الام'' میں اس کی صراحت کی ہے، اور فقہاء عراقیین نے اور دوسرے فقہاء نے اسی مذہب کو قطعی طور پر اختیار کیا ہے، اور فقہاء خراسان کی ایک جماعت نے دو قول نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک تو یہی ہے، اور وہ قول جدید ہے، اور دوسرا قول جو کہ قدیم ہے، یہ ہے کہ تکبیر میں مدنہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے بلا مد کے جلدی سے ادا کیا جائے گا، علماء خراسان کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ تکبیرات انتقال کے سلسلہ میں دونوں قول معمول بہ ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ تکبیرات انتقال کو ترکِ مد سے کہا جائے گا یا اس رکن تک پہونچنے تک مدکیا جائے گا جو ان تکبیرات کے بعد آنے والا ہے، تو جواب یہ ہے کہ صحیح مدکرنا ہے۔

تو علامہ نوویؒ الاذکار میں فرماتے ہیں: واعلم ان المذهب الصحيح المختار ان تكبيرة الاحرام لاتمد ولاتمطط بل يقولها مدرجة مسرعة وقيل تمد والصواب الاول واماباقي التكبيرات، فالمذهب الصحيح المختار استحباب مدهاالى ان يصل الى الركن الذى بعدها وقيل لاتمد فلومدما لايمد او ترك مايمد لم تبطل صلاته، لكن فاتته الفضيلة. (الاذکار ص ۴۲)

ترجمہ: علامہ نوویؒ اپنی کتاب ''الاذکار'' میں فرماتے ہیں: جاننا چاہئے کہ تکبیر تحریمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے متعلق مذہب صحیح یہ ہے کہ اس کی تکبیر کو بلا مد کے سرعت وجلدی سے کہے اور یہ بھی کہا گیا ہے یاقول ضعیف یہ ہے کہ مد کے ساتھ کہے، لیکن قول صحیح وہ اول ہے، باقی دیگر تکبیرات تو ان سے متعلق مذہب صحیح ومختار یہ ہے کہ مابعد والے رکن میں پہونچنے تک مد کرنا مستحب وپسندیدہ ہے، اور قول ضعیف مد نہ کرنا ہے۔

پس اگر کسی نے جہاں مد نہیں، مد کرلیا، یا مد تھا اور مد نہ کیا تو اس سے نماز فاسد وباطل نہ ہوگی، لیکن اس سے ایک فضیلت فوت ہو جائے گی۔

قارئین خود غور فرمائیں کہ امام نوویؒ کی عبارت میں کس قدر اعتدال ہے کہ تکبیر تحریمہ میں مد کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے بلا مد کے کہے، اور جن تکبیرات میں ضرورت ہے مد کے ساتھ کہے، پھر جب دونوں طرح کی عبارات ہیں تو تنگی وتشدد کیوں؟

بلکہ کئی مرتبہ ایسا تجربہ بھی ہوا کہ دوسرے سجدہ سے پھر قیام کی طرف آنے کے لئے تکبیر کو بلا مد کے مختصر کہا گیا، تو کئی لوگ بیٹھ جاتے ہیں، اور بے محل جلسۂ استراحت ہو جاتا ہے، اس طرح رکن کا کافی حصہ تکبیرات سے بھی خالی اور بے محل جلسۂ استراحت ہو جاتا ہے، نیز علامہ نوویؒ کی شرح مہذب کی عبارت "الایمدھا والصحیح مدھا" میں غور کرنے سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ صحیح جس مد کو کہا جارہا ہے وہ ایک الف سے زائد ہی کو کہا جارہا ہے، ورنہ ایک الفی مد تو ہے ہی، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، لھذا انتقال من رکن الی رکن اس طرح تیزی کے ساتھ کرنا کہ ایک الف ہی مد میں انتقال تمام ہو جائے، یہ سب کے لئے تو مشکل ہونے کے ساتھ اس الصحیح مدھا کا جواب نہیں بن سکتا۔

عبارت بالا سے اولاً تو یہ معلوم ہوا کہ اس باب میں دو قول ہیں، ایک ترکِ مد کا تو دوسرا تکبیراتِ انتقال کو مد کے ساتھ کہنے کا، کہ ان تکبیرات کا نام ہی تکبیراتِ انتقال ہے، اب اگر دوسرے رکن تک منتقل ہونے سے قبل اور مکمل انتقال سے پہلے ہی ختم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کردی جائے گی، تو یہ اسم با مسمیٰ نہ ہوگی، پھر غور طلب امر یہ بھی ہے کہ انتقال کی بھی صور مختلفہ ہیں، مثلاً جلسہ سے سجدہ کا انتقال اور سجدہ سے قعدہ کا انتقال، ظاہر ہے یہ دونوں قیام سے رکوع کے انتقال کی بہ نسبت بہت مختصر ہیں، تو قیام سے رکوع کا انتقال قومہ سے سجدہ اور سجدہ سے قیام کے انتقال کی نسبت بہت مختصر ہے، جبکہ سجدہ سے قیام کا انتقال سب سے طویل ہے، لھذا جب تکبیرات بغرض انتقال ہی ہیں اور انتقالات کی طوالت میں مراتب و درجات اور کمی بیشی ہے، تو تکبیرات کے مدا وران کی طوالت میں بھی کمی بیشی کا ہونا امر ظاہر ہے، اور ادھر فقہاء کرام نے نماز کے کسی رکن کو تکبیر سے خالی ہونے کو غیر صحیح قرار دیا ہے، "لئلا یخلو جزؤ من صلاته عن ذکر" لھذا جہاں تک انتقال مختصر کا تعلق ہے تکبیر میں کسی طرح امتداد کی ضرورت نہیں ہے، لیکن کیا سجدہ سے قیام کے انتقال میں بھی اگر بلا امتداد کے تکبیر کہیں گے تو مکمل رکن ذکر اللہ اور تکبیر سے مملوء ہوگا؟ ظاہر ہے کہ رکن کی طوالت کے لحاظ سے بلا امتداد کے تکبیر مختصر اور کم پڑے گی، لھذا انتہائے رکن تک تکبیر کو پہونچانے کے لئے محض ترتیل کافی نہ ہوگی، جیسا کہ مانعین مد حضرات تکبیر کے مد وسط کی مراد ترتیل و تبیین سے بیان کرتے ہیں، اور مد و بسط کی مراد امتداد سے بیان کرنے کو غلط قرار دیتے ہیں، بالخصوص معمر افراد کے لئے، اس لئے یا تو بے محل مد کرنا ہوگا، جیسا کہ بہت سے لوگوں سے لفظ اللہ کی تشدید میں کئی حرفوں کے بقدر تاخیر سنی گئی ہے، جو کہ غلط ہے، یا حرفوں میں تقطیع کرنی ہوگی، اور دونوں بے محل ہونے کی وجہ سے غلط ہیں، کیا اس کے بالمقابل لفظ اللہ کے الف میں جو کہ محل مد ہے، بضرورت مد کرنا صحیح نہیں ہے؟ جبکہ حضرت گنگوہی، حضرت شیخ یحیٰ و شیخ زکریا رحمھم اللہ تکبیرات میں مد کو فرما رہے ہیں، نیز امام نوویؒ نے ''الاذکار'' میں تکبیر کے امتداد کو مستحب قرار دیا ہے۔

پھر قابل توجہ امر یہ ہے کہ قومہ سے سجدہ اور سجدہ سے قیام تک جانے کے لئے تکبیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں امتداد کی ممانعت نظر سے نہیں گذری، بلکہ امام نوویؒ فرماتے ہیں "ثم یقوم الی الرکعة الثانیة ویمد التکبیرة التی رفع بها من السجود الی ان ینتصب قائما، ویکون المد بعد اللام من الله هذا اصح الاوجه لاصحابنا" (ص ۵۶/) یعنی سجدہ سے دوسری رکعت کے قیام کے لئے تکبیر میں یہاں تک امتداد کہ وہ سیدھا کھڑا ہو جائے یہ زیادہ صحیح ہے، اور قرین قیاس بھی ہے، کہ رکن کا کوئی بھی حصہ تکبیر سے خالی نہ ہو، ممانعت مذکور ہے، وہ تکبیر تحریمہ اور قیام سے رکوع کی تکبیر کے لئے ہے، چنانچہ طحطاوی کے حاشیہ میں ہے "وینوی الوقف فی الاقامة لقوله ﷺ الاذان جزم والاقامة جزم والتکبیر جزم ای لافتتاح الصلاة. (ص ۱۰۵/) لہذا صرف تکبیر تحریمہ کے ترک مد سے ساری تکبیرات انتقالات میں ترک مد پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، جبکہ علماء کی ایک جماعت رکوع وسجود کی تکبیرات میں مد طبعی سے زیادہ مد کی قائل ہے، اس لئے معتدل راہ یہ ہے کہ موقع ضرورت میں امتداد ہو اور بلا وجہ کے امتداد سے احتراز ہونا چاہئے۔

یری الحنفیة والمالکیة والشافیةعلی الجدید وهوالصحیح وهو مایؤخذ من عبارات فقهاء الحنابلة، استحباب التکبیر فی کل رکن عندالشروع ومده الی الرکن المنتقل الیه حتی لایخلو جزء من صلاة المصلی عن ذکر، فیبدأ بالتکبیر حین یشرع فی الانتقال الی الرکوع ویمده حتی یصل حدالراکعین ثم یشرع فی تسبیح الرکوع ویبدأ بالکتبیر حین یشرع فی الهدی الی السجود ویمده حتی یضع جبهته علی الارض ثم یشرع فی تسبیح السجود وهکذا یشرع فی التکبیر للقیام من التشهد الاول حین یشرع فی الانتقال ویمده حتی ینتصب قائماً. (الموسوعة الفقهية ۲۰۸/۱۳)

ترجمہ: حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب اور شوافع کا قول جدید اور وہی صحیح ہے اور فقہائے حنابلہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عبارات سے ماخوذ بات یہ ہے کہ: ’’ ہر رکن کو شروع کرتے وقت تکبیر کہنا اور اس کو رکن منتقل الیہ تک دراز کرنا مستحب ہے تا کہ مصلی کی نماز کا کوئی حصہ ذکر سے خالی نہ رہنے پائے۔‘‘ صورت اس کی یہ ہے کہ مصلی رکوع کی جانب انتقال کی عین ابتداء کے وقت تکبیر شروع کر کے اس کو دراز کرتا رہے گا... کرتا رہے گا حتی کہ راکعین کی حدِ رکوع تک پہونچ کائے، (مکمل رکوع میں پہونچ جائے) پھر اس کے بعد رکوع کی تسبیحات کہے گا اور اسی طرح مصلی سجدہ کی جانب انتقال کی عین ابتداء کے وقت تکبیر شروع کر کے اس کو دراز کرتا رہے گا... کرتا رہے گا یہاں تک کہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ دے، پھر اس کے بعد سجدہ کی تسبیحات کہے گا، نیز بعینہ اسی طرح قاعدۂ اولی میں تشہد سے فراغت کے بعد قیام کے لئے، قعود سے قیام کی جانب انتقال کی عین ابتداء کے وقت تکبیر شروع کر کے اس کو دراز کرتا رہے گا... کرتا رہے گا یہاں تک کہ برابر کیفیت قیام میں آ جائے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۳/۲۰۸)

ہاں اس جگہ یہ امر بھی قابل اصلاح ہے کہ تکبیرات میں غیر ضروری مد اور اس میں بھی اس قدر مبالغہ کہ دوسرے رکن تک پہونچ جانے اور طمانیت کے بعد بھی تکبیر کا امتداد جاری رہتا ہے، یہ مد بلا وجہ ہے، خلاصہ یہ کہ اولاً تکبیرات کا صحیح تلفظ ہو اور اس کے حروف مدہ میں بقدر ضرورت امتداد بھی ہو، نیز غیر ضروری امتداد سے اجتناب بھی ہونا چاہئے۔

## تکبیرات میں ہونے والی بعض غلطیاں

تکبیراتِ انتقالات کی صحت میں جن موٹی موٹی چیزوں کا لحاظ ہونا چاہئے ذیل میں ان کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(۱) لفظ اللہ کے فتحہ میں امتداد نہ ہونا چاہئے، کہ اس سے استفہام پیدا ہو جاتا ہے، جس کی نشاندہی تقریباً ہر اس فقیہ نے کی ہے، جس نے اس موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔

(۲) امتداد فی التشدید: چونکہ لام اسم جلالہ مشدد ہے اور مشدد میں دو حرف کے بقدر تاخیر ہوتی ہے، تو یہ تاخیر تو ضروری ہے، مگر بعض لوگ ادائے تشدید میں اس قدر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



طول دیتے ہیں جو دو حرف نہیں بلکہ کئی حرفوں کے بقدر ہو جاتی ہے۔

(۳) لفظ اللہ کے لام کے بعد والے الف میں دوسرے رکن تک پہونچ جانے کے بعد بھی مد کرتے رہنا۔

(۴) اللہ میں ہاء کے ضمہ کو کھینچ کر واومدہ بنا دینا۔

(۵) اکبر کی جگہ اکبار کہنا۔

(۶) سمع اللہ لمن حمدہ میں سمع کی عین کی جگہ ہمزہ جو عام ہے، عوام وخواص اس میں مبتلا ہیں، حضر قاری انیس احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس طرف خوب توجہ دلاتے تھے۔

(۷) حمِدہ میں بجائے ہاء کے الف پڑھنا اور اس میں مد کرنا۔

(۸) السلام کے الف میں مد طبعی سے زیادہ مد کرنا۔

(۹) السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں السلام علیکم وَرحمۃ اللہ ادغام کے ساتھ کہنا۔

(۱۰) تکبیر کی ابتداء شروع انتقال ہی سے ہو اور انتہائے انتقال تک باقی رہے، ایسا نہ ہو کہ انتقال شروع ہو جانے کے بعد تکبیر شروع ہو، مثلاً رکوع سے سر اٹھا کر نصف قومہ تک پہونچ جانے کے بعد سمع اللہ شروع کرنا، ورنہ اس مقتدی کے لئے جو اسی وقت شریک ہوا ہے، یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا کہ اس کو یہ رکعت ملی ہے یا نہیں۔

بہر حال کلمات اذان میں مد کے مانعین کی طرف سے اکثر عبارات بطور دلیل تکبیر تحریمۃ سے پیش کی جاتی ہیں، جبکہ اذان، اقامت وتکبیرات انتقالات کے مابین عینیت اور من کل الوجوہ مطابقت نہیں ہے۔

## کلمات اذان میں مد کی مقدار

اب رہی یہ بات کہ جب کلمات اذان میں مد کرنا بسبب عظمت شان جائز ہے تو آیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کی کوئی حد ہے یا نہیں؟

تو حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی مہاجر مدنی دامت فیوضہم فرماتے ہیں:

"یہ مسئلہ چونکہ غیر متعلق بالفن ہے اس بناء پر تجوید وقراءت کی کتب کی نصوص اس سے ساکت ہیں، محض مسائل واصول قراءت کے قیاس سے راجح قول پر اس کی مقدار پانچ الفی مفہوم مستنبط ہوتی ہے، کیونکہ مجموعۂ اختلاف قراءات عشرہ پر نظر ڈالنے سے ان کے مشہور ومتداول طرق کی روشنی میں مد کی آخری سے آخری حد پانچویں درجہ کا مد ہے، جس کا اندازہ پانچ الف کے بقدر کشش ودرازی سے کیا گیا ہے، کمافی النشر (ص ر ۳۲۵، ج ر ۱) والمرتبة الخامسة فوقها (ای فوق الرابعة) قليلا وقدرت بخمس الفات الخ...... صرف بعض حضرات سات الف تک اجازت کے قائل ہیں، جس کی تخریج وتوجیہ غالباً یہ ہے کہ بعض غیر معروف وغیر متداول طرق سے قبل الھمز حروف مدہ پر سکتہ کرنے والے قراء کے یہاں سکتہ کا عرصہ مد کے ساتھ ملا کر مجموعی طور پر دونوں کی مقدار مرتبۂ خامسہ سے بھی متجاوز ہو کر تقریباً چھ یا سات الفی بن جاتی ہے، جس کو مقدار مد کا چھٹا مرتبہ کہنا چاہئے، اور یہ مرتبہ اصحاب سکتہ ہی کے لئے مخصوص ہے، لیکن یہ قول چنداں مستند نہیں، اور بعض کتب ورسائل تجوید میں جو فقہاء کی جانب انتساب کر کے لفظ جلالہ کی مقدار مد اذان میں سات الفی تک بتائی ہے، یہ چیز تاحال معرض خفاء ومحل نظر ہے، فلعل الله يحدث بعد ذالک امراً.

مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال میں ص ر ۲۶ پر ہمارے شیخ المشائخ حضرت قاری فتح محمد صاحبؒ نے سات الفی کا قول بانتساب فقہاء غالباً تحفۃ الاطفال کی عربی شرح سے اخذ فرمایا ہے، جو محمد میہی شافعی احمدی کی شرح ہے، خیال یہ ہے کہ غالباً کتب فتاویٰ شافعیہ میں سات الفی کے جزئیہ کی صراحت مل سکے گی، پھر اس کی پیروی میں العطایا الوھبیہ شرح مقدمة الجزرية. اردو اور کمال الفرقان شرح اردو جمال القرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ص؍۱۴۹) میں یہی جزئیہ اسی طرح مذکور ہوگیا ہے، لیکن اگر تلاش وجستجو سے یہ جزئیہ دستیاب ہو بھی جائے تب بھی یہ معمول وماخوذ راجح وقوی نہیں بلکہ اس کے مقابلہ میں پانچ الفی والا مرتبہ ماخوذ وقوی ہے۔ (کمال الفرقان ص؍۲۷)

حضرت کا انداز وقیاس بالکل صحیح ہے کہ کتب فتاویٰ شافعیہ میں مل سکے گی تو جیسا کہ ماقبل میں گذرا کہ حافظ ابن حجر ھیثمی مکی نے ''تحفة المحتاج شرح المنهاج'' میں سات الف کی گنجائش یوں بیان فرمائی ہے "لكن بحيث لايتجاوز سبع الفات لانتهاء غاية هذا لمد"

گو کہ عند القراء مد کی آخری مقدار فی القرآن کتب تجوید وقراءت میں پانچ الف ہے اور اس سے زیادہ مد قرآن کریم میں روایۂ صحیحہ سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ ملا علی قاریؒ المنح الفکریہ میں چھ الف سے متعلق فرماتے ہیں ''واما تقدير الهذلي بست الفات وذالك في كامله لورش فيمارواه الحدادوابن نفيس وابن سفيان وابن غلبون فنسبوه في ذالك الى الوهم كماقال المصنف رحمه الله في نشره والله اعلم۵٦۔

تاہم جب مختلف قراء کرام سات الف والے اس قول کو مد کی آخری مقدار کے طور پر بیان فرما رہے ہیں اور اذان میں اعلان وتحسین مطلوب ہے، نیز اذان میں وسعت بھی ہے، ادھر سات الف تک مد کرنے سے لفظ میں کوئی ایسا فساد بھی نہیں آتا، جو مفسد معنی ہو، تو پھر اس گنجائش میں کوئی تنگی نہ ہونا چاہئے، چنانچہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری دامت فیوضھم محدث شہیر دار العلوم دیوبند اس سے متعلق فرماتے ہیں ''مگر بہت زیادہ کھینچنا درست نہیں، تین الف کے بقدر کھینچنا مستحسن ہے، سات الف تک جائز ہے، اور اس سے زیادہ ناجائز ہے، (آداب اذان واقامت ص؍۴۸ حاشیہ)

حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب فرماتے ہیں ''احقر کے مشائخ کبار کا اور خود احقر کا ذاتی رجحان ومیلان جواز علی المد الاصلی فی لفظ الجلالۃ کی جانب ہے، لیکن بہتر یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ اس زیادتی کو پانچ الف تک محدود رکھا جائے، کماقال الملاعلی فی المنح والحاصل انه لایجوزالزیادة علی مقدارخمس الفات اجماعاً فمایفعله بعض الائمة واکثرالمؤذنین فمن اقبح البدعة واشدالکراهة. (ص/۵۶) اس مد معنوی کے لئے ایک مزید شاہد وقرینہ اور مؤید نظیر یہ ہے کہ امام حمزہ کی قراءت کے بعض طرق میں محض سبب معنوی کی بناء پر توسط کے ساتھ لائے نفی جنس پر مد ہوتا ہے، جیسے "لاریب فیه" کمال الفرقان-ص/۲۷۱، تو علامہ جزریؒ النشر میں مد مبالغہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں" انماسمی مدالمبالغة فی نفی الهیة سوی الله سبحانه قال وهذامعروف عندالعرب لانهاتمدعند الدعاء وعندالاستغاثة وعند المبالغة فی نفی شیء ویمدون مالااصل له بهذه العلة قال والذی له اصل اولیٰ واحری، (النشرفی القراء ت العشر ص/۳۴۴)

اس جگہ ہم قارئین کرام سے توجہ چاہیں گے کہ عبارت کو بغور دیکھیں، حضرت محقق نے مد کے اسباب معنوی کے طور پر مد مبالغہ کے ساتھ ساتھ دعاء واستغاثہ کو بھی فرمایا ہے، جو کہ عندالعرب معتبر ہے، (البتہ بذریعہ تمثیل تفصیل وتفہیم صرف مد مبالغہ کی فرمائی ہے، لھذا یہ کہنا کہ مبالغہ فی النفی کے علاوہ کوئی سبب معنوی نہیں ہے، یہ محل نظر ہے، چنانچہ ماقبل میں صاحب علم الصیغہ نیز محدث پانی پتی رحمھما اللہ کے حوالہ سے لفظ "اللہ" "رحمن" "رحیم" "الواحد" "القھار" جیسے امثلہ میں بیان ہوا، اسی طرح فتاویٰ نظامیہ کے حوالے سے حضرت قتادیؒ کی ایک روایت بھی گذری جس میں سرکار علیہ الصلوۃ والتسلیم سے بوقت تلاوت لفظ "اللہ" "رحمن" "رحیم" میں مد فرمانا منقول ہے، بلکہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں: کہ جب صرف سبب معنوی سے مد ہوسکتا ہے، تو جس وقت لفظی ومعنوی دونوں جمع ہوجائیں تو بدرجۂ اولیٰ مد ہوگا، جیسا کہ لآالٰہ الا اللہ میں سبب لفظی ھمزۂ منفصلہ اور سبب معنوی مبالغہ فی النفی دونوں جمع ہوگئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معنوی یعنی مبالغہ، دعاء واستغاثہ بھی مستقل مد کا سبب ہے، لہذا سبب معنوی میں مبالغہ فی النفی کے ساتھ ساتھ دعاء واستغاثہ کو ذکر کرنا ان کے من حیث السبب مد کے باب میں معتبر ہونے کی دلیل ہے، ورنہ دعاء واستغاثہ کو مبالغہ کا مترادف قرار دینا ہوگا اور کیا یہ صحیح ہوگا؟ کیا لفظ مبالغہ اور دعاء واستغاثہ ہم معنی ہیں؟ اس لئے یہ کہہ دینا کہ کتب تجوید وقراءت میں سبب معنوی صرف مبالغہ فی النفی ہے اور کوئی نہیں ہے، اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، بلکہ کتب تجوید وقراءت میں بلالحاظ قوی وضعیف مندرجۂ ذیل اسباب معنوی بیان کئے گئے ہیں، مبالغہ فی النفی، دعاء، استغاثہ، وعظمت شان۔

یہاں یہ ایک بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ کلمات اذان میں بالخصوص لفظ ''اللہ'' میں مد وعدم مد کی یہ گفتگو ہے، جس کا تعلق علم تجوید وقراءت سے بھی ہے، کہ مد کے اسباب لفظیہ سے یہاں کوئی ہے یا نہیں؟ اور سبب معنوی عند القراء کونسا معتبر ہے، ظاہر ہے کہ یہ گفتگو قراء کرام ہی سے متعلق ہے اور اوپر پانچ الف یا سات الف کا جواز لفظ ''اللہ'' میں قراء کی عبارات سے بھی نقل کیا گیا ہے، بلکہ نہ صرف اذان میں بلکہ خود قرآن کریم میں بھی بغرض ''تعظیم ''اللہ'' ''رحمن'' ''للہ الواحد القھار'' جیسے مواقع میں مد ماقبل میں گذرا ہے، گوکہ یہ ضعیف ہے، لہذا قرآن کریم میں قابل قبول نہ ہوگا، مگر جب یہی بات ہے تو کسی ایک ہی پہلو کو اختیار کرکے دوسرے کے باب میں تنگی، اذان کے باب کی جائز وسعت کو ختم کردینا ہے، جبکہ وسعت مد کے لئے خود نفس اذان میں اعلان، تحسین، دعوت، مد تعظیمی جیسے عوامل ہیں، نیز بہت سے قراء وفقہاء کی عبارات سے تائید بھی ملتی ہے۔

## رمضان المبارک میں حضرت گنگوہیؒ کی اذان

چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ ومضجعہ اپنے رسالے (اکابر کا رمضان) میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ بھی کہیں گذر چکا کہ گنگوہ میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے دور میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مغرب کی اذان خود کہنے کا معمول تھا، اس میں جھوری الصوت اورنہایت طویل اذان کا معمول تھا، وہ اکثر فرمایا کرتے تھے میں اس وجہ سے اہتمام کرتا تھا کہ اطمینان سے لوگ اپنے اپنے گھروں سے فارغ ہوکر آجائیں، میری اذان کے درمیان میں بہت اطمینان سے آدمی افطار سے فارغ ہوسکتا ہے، اوراذان کے بعداپنے گھر سے چلے تو حضرت قطب عالم امام ربانی قدس سرہ کی تکبیراولی میں شریک ہوسکتا ہے، حضرت قطب عالم قدس سرہ کے یہاں نصف النہار سے گھڑیوں کے ملانے کا بہت اہتمام تھا، والد صاحب فرماتے تھے کہ میں غروب سے ایک دومنٹ پہلے خانقاہ میں چلا جایا کرتا تھا، خودروگھاس کے دو چار پتے توڑ کر ان کو چبا کر ان سے افطار کرکے اذان شروع کردیتا تھا اور بہت ہی لمبی اور اطمینان سے اذان کہا کرتا تھا (ص/٦٥)۔

کلمات اذان میں اعتدال کے ساتھ مد کی حمایت پر مشتمل ایک فتوی صوبۂ گجرات کی قدیم دینی مشہور درسگاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے بھی چند سال قبل شائع ہوا تھا، جس کو ماہنامہ اذانِ بلال نے اپریل ۱۹۹۸ء میں شائع کیا تھا، اس طرح مرکز المدارس دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا قاری عبد اللہ سلیم صاحب کا ایک مضمون جو اسی فکر کا حامل تھا ۱۹۷۸ء اگست کے رسالہ دارالعلوم میں شائع ہوا تھا، جس کو یہاں بامتنان وتشکر ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

## مد سے متعلق قاری عبداللہ سلیم صاحب مدظلہ کی رائے

## کلماتِ اذان میں مد کی مقدار

از:- مولانا قاری محمد عبداللہ سلیم صاحب

اذان کے کلمۂ "اللہ اکبر" میں مد کی کیا مقدار ہے۔

سوال: یعنی اسم جلالہ "اللہ" کے لام کے بعد الف کو کتنا کھینچنا جائز ہے؟

www.KitaboSunnat.com



محترمی ومکرمی زیدت معالیکم!

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ صادر ہوا، جس میں اذان کے کلمۂ اللہ اکبر میں اللہ کے لام پر مد کی مقدار کے بارے میں سوال ہے، لہذا پہلے تو وہ عبارتیں نقل کرتا ہوں، جو اس مسئلہ کے لئے مفید للحکم ہیں، اس کے بعد جو بات ان سے مستنبط ہوتی ہے، اس کو انشاء اللہ تحریر کروں گا۔

فی الدر المختار ولا لحن فیہ، ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لایحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن وبلاتغییر حسن وقیل لاباس بہ فی الحیعلتین.

قال العلامۃ ابن عابدین الشامی قولہ بغیر کلماتہ، ای بزیادۃ حرکۃ اوحرف اومد اوغیرھا فی الاوائل والاواخر قھستانی قولہ بلاتغییر حسن، ای التغنی بلاتغییر حسن فان تحسین الصوت مطلوب ولاتلازم بینھما بحر وفتح.........

قال الحلوانی لاباس بادخال المد فی حیعلتین لانھا غیر ذکر. (درمختار مع الشامی)

قال الشیخ حسن بن عمارۃ الشرنبلانی فی المراقی الفلاح اویتمھل یترسل (فی الاذان) بالفصل بسکتہ بین کل کلمتین قال الشیخ احمد الطحطاوی فی حاشیتہ علی لفظ المتن بالفصل وقیل بتطویل الکلمات کمافی البحر عن عقد الفرائد وکل ذالک مطلوب فی الاذان فیطول الکلمات بدون تغن وتطریب کمافی العنایۃ. (طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص/ ١٠٦)

فی الغنیۃ المستملی المعروف بالکبیری

ویدخل فی الخیار ان لایلحن فی الاذان لانہ لایحل لا فی الاذان ولا فی القراءۃ وتحسین الصوت مطلوب ولاتلازم بینھما وقیدہ الحلوانی بماھو ذکر فلاباس بادخال اللام فی الحیعلتین، وظھر من ان التلحین اخراج الحرف عما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یجوزله فی الاداء وھوصریح فی کلام الامام احمد فانه سئل عنه فی القراء ۃ فمعنه، فقیل له لم، قال ماسمک، قال: محمد، قال ایعجبک ان یقال یاموحاماد. اھ (کبیری،ص/۲۵۹-۲۶۰فخر المطابع لکھنؤ)

مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے کہ حیعلتین (حیی علی الصلوۃ اور حیی علی الفلاح) کے الف میں مد کرنا اور ان کو کھینچ کر پڑھنا بلا قباحت درست ہے، جیسا کی شیخ حلوانی کے حوالے سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے، لیکن اگر یہ فقہی صراحت نہ بھی ہوتی تب بھی قواعدِ عربیت اور تجوید کے ضوابط کی رو سے ان دو کلمات کے الف کو پانچ الف یعنی دس حرکت کے برابر کھینچنا جائز ہے، جبکہ آخری حرف کو ساکن پڑھا جائے، مگر اللہ اکبر میں اسم جلالہ اللہ کی ''ہاء'' پر جب حرکت پڑھی جائے گی جیسا کہ اذان میں ضمہ پڑھا جاتا ہے تو اس سے پہلے کے ''الف'' پر قواعدِ تجوید کی رو سے صرف دو حرکت یعنی ایک الف کے بقدر ہی مد کریں گے جو ہر الف کی اصل مقدار ہے، لیکن علامہ طحطاوی کی نقل کے مطابق چونکہ اذان میں ٹھراؤ مقصود ہے اسی لئے کلمات میں تطویل اور درازی جائز ہے اور اس کی بنیاد بظاہر یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اذان چونکہ بغرض اعلام ہے اس لئے اس مقصد کی بخوبی تکمیل کے لئے ہر اس صورت کو اختیار کیا گیا یا جائز قرار دیا گیا جس کے اختیار کرنے میں کوئی دوسری قباحت پیدا نہ ہوتی ہو، اسی نقطۂ نظر سے مثلاً کانوں میں انگلیاں دینے کو بر بنائے حدیث مستحب کہا گیا ہے تا کہ آواز مزید بلند ہو جائے جو مفید بالا علام ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے، اجعل اصبعیک فی اذنیک اور اس لئے بظاہر حیی علی الصلوۃ کے وقت داہنی جانب اور حیی علی الفلاح کے وقت بائیں جانب گھومنے کی ہدایت کی گئی ہے تا کہ ہر طرف کے لوگوں تک اذان کی آواز پہونچ جائے، تو اسی مقصد سے عام قواعد کے خلاف اذان میں کلمات کی درازی اور تطویل کو جائز قرار دیا گیا کیونکہ امتداد صوت اعلام کے لئے مفید ہے، لیکن ظاہر ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صرف الف، واو، یاء ساکن کے اندر ہوا کرتی ہے، کسی اور حرف کو اگر کھینچا جائے تو وہ بگڑ جاتا ہے اور اس کی اپنی وضع ختم ہو جاتی ہے، اسی کو محولہ بالا عبارتوں میں تغنی قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ امام احمدؒ کے ارشاد مذکورہ سے واضح ہے کہ محمد کو "موحاماد" کہا جائے تو ظاہر ہے کہ سخت غلطی ہے، اسی کو تغنی اور لحن کہا جاتا ہے، جس کی نہ قراءت قرآن میں اجازت ہے اور نہ اذان میں، ہاں حسن صوت ضرور مقصود ہے سو اس کا لحن سے کوئی تعلق نہیں اسی کے لئے لفظ فلا تلازموا بینھما فرمایا گیا۔

حاصل یہ ہے کہ بقدر گنجائش تطویل کلماتِ اذان میں جائز ہے اور چونکہ علاوہ حیعلتین اور شہادتین کے یہ گنجائش اسم جلالہ اللہ اکبر میں نکل سکتی ہے اس لئے کہ اگر ایک الف سے زائد ایک متوازن مقدار میں اس کے الف کو کھینچا گیا تو یہ جائز ہوگا، ہاں شہادتین میں جو اسم جلالہ "اللہ اکبر" مذکور ہے اور اسی طرح آخری کلمہ لا الہ الا اللہ میں مذکور اسم جلالہ (ہاء) چونکہ ساکن ہے اس لئے اس سے پہلے کے الف زیادہ کھینچ کر پڑھے جائیں گے، ان کے علاوہ کسی کلمہ کا کوئی حرف نہ کھینچا جائے گا ورنہ ناجائز ہوگا۔

## خلاصہ کلام

اذان وتکبیرات صلوۃ کے مابین کئی طرح فرق ہے، نیز تکبیرات صلوۃ میں ممانعت مد کے لئے بطور استدلال پیش کی جانے والی روایت سے متعلق حضرات محدثین نے "لایصح مرفوعاً ولا موقوفاً" تو امام بخاریؒ نے "ھذا عندنا باطل" فرما کر روایت ہی کو قابل استدلال نہیں گردانا ہے، پھر بغرض تسلیم الفاظ میں بھی اضطراب ہے، نیز "جزم" کی مراد میں بھی بڑا اختلاف ہے، بلکہ ہمارے اکابر نے اس کے خلاف تکبیرات نماز میں مد کرنے کو فرمایا ہے، پھر تکبیرات صلوۃ کی بنسبت اذان میں توسع ہونے کو خود فقہاء نے لکھا ہے اور جب کلمات اذان کے مواقع مد اصلی میں بغرض اعلان، تحسین، ہیبت علی غیر المسلمین وتعظیم ایک الف سے زائد مد کے جواز کی رائے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرات علماء کرام ہی کی ہے، لہذا ناقص رائے یہ ہے کہ جو گروہ مد کرتا ہے ان کو مد نہ کرنے والوں کی اور جو مد نہیں کرتے ان کو مد کرنے والوں کی تغلیط کے بجائے وسعت سے کام لینا چاہئے، خصوصاً جبکہ مسئلہ صرف اولیٰ وغیر اولیٰ کا ہے، نیز ادھر مد کی گنجائش سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے آخری سے آخری مقدار یعنی سات الف سے زیادہ حد سانس تک مد کرنا بھی غلط اور قابل اصلاح ہے، لہذا اعتدال کے ساتھ اذان کی صحیح مشق وترویج ہی معتدل راہ معلوم ہوتی ہے۔ ھذا ماعندی وماتیسرلی اللہ الموفق والمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

بحمد اللہ تعالیٰ

فلاحی کتب خانہ

پی ڈی ایف کنندہ نوید فلاحی مونڈلہ کلاں ضلع سیہور بھوپال ایم پی الھند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

**LAJNATUL QURRA**

Darul Uloom Falah Daren,Tadkeshwar, Surat, Gujarat